"جوشخص دنیا سے پیار کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو ضرور نقصان پہنچاتا ہے
اور جو شخص آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو ضرور بگاڑتا ہے، لوگو!
دائمی کو عارضی پر ترجیح دو۔ (مشکوٰۃ شریف)

UNIQUE CREATIONS
Specialist in Unipole & Structure Hordings
#4, Building No.29/35, 1st Main, Opp. Masjid-e-Husna,
S.R.K. Garden, Jayanagar East, Bangalore-41
E-mail: uniquecreations2008@gmail.com

"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (قرآن)

سہ روزہ دعوت نئی دہلی

فضائل سید الانبیاء
مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری
رسول اکرم کی خصوصیات وفضائل کا مفصل بیان، امام الانبیاء اور سید الانبیاء کے معنی ومفہوم کی وضاحت مولانا جھنڈانگری رحمۃ اللہ علیہ کے خطیبانہ آہنگ نے اسلوب کو تازگی عطا کی ہے۔ صفحات 208 ☆ قیمت -/85

Maktaba Al-Faheem
1st Floor Raihan Market Dhobia Imli Road
Sadar Chowk Maunath Bhanjan (U.P.) 275101
Ph: 0547-2222013 (S) Mob.9889123129/9236761926
مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن

● جلد: ۵۷ ● شمارہ: ۴۷ ● ۲۲ مئی ۲۰۰۹ء ● 22 May 2009 ● جمعہ ● ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ ● قیمت Rs.5/= ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۳ ریال ● Posting: 20 May 2009 Wednesday ●

نئی مرکزی حکومت کو عوام کی امیدوں پر کھرا اترنا چاہئے

پندرہویں لوک سبھا کے لئے ہونے والے عام انتخابات کے نتائج نے ایک بار پھر ہر کسی کو اچنبھے میں ڈال دیا۔ یہ نتائج اس لئے بھی چونکانے والے ثابت ہوئے کیونکہ کسی کو بھی ایسے نتائج کی امید نہیں تھی نہ جیتنے والوں نے اس کی توقع کی تھی اور نہ ہارنے والوں کو اس کا گمان تھا۔ اندازے قائم کرنے والوں کو بھی اس الٹ پھیر کا اندازہ نہیں تھا۔ کانگریس پارٹی کے کئی سینئر لیڈروں نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ انہیں اس کی امید نہیں تھی کہ ان کی پارٹی کو اتنی بڑی کامیابی ملے گی۔ ان کا کہنا ہے کہ انہیں یہ تو معلوم تھا کہ کانگریس ہی سب سے بڑی پارٹی ہوگی لیکن انھوں نے یہ ہرگز نہیں سمجھا تھا کہ اس کی یعنی کانگریس کی عددی قوت میں اچانک اتنا اضافہ ہوجائے گا۔ واضح رہے کہ ۲۰۰۴ء کے عام انتخاب میں پارٹی کو مجموعی طور پر ۱۴۵ سیٹیں ملی تھیں جو اس بار بڑھ کر ۲۰۶ ہوگئی ہیں۔ کانگریس کی کارکردگی اس بار اترپردیش، دہلی اور کیرل میں کافی بہتر رہی ہے۔ اس بار اس کو ہندی بولنے والی ریاستوں میں کافی فائدہ ہوا ہے۔ ۲۰۰۴ء کے مقابلے میں اس بار اس علاقے سے اسے چالیس پینتالیس سے زیادہ سیٹیں ملی ہیں یعنی پچھلی مرتبہ اسے یہاں سے جتنی سیٹیں ملی تھیں ان میں چالیس پینتالیس کا اضافہ ہوا ہے۔ جنوب میں اگر اسے اس بار کیرل اور آندھرا پردیش میں فائدہ پہنچا ہے تو کرناٹک اور تمل ناڈو میں نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ پھر بھی مجموعی طور پر اس بار جنوب سے بھی فائدہ ہوا ہے۔ پچھلی مرتبہ ان چاروں صوبوں سے مجموعی طور پر جتنی سیٹیں ملی تھیں اس بار اس میں تیرہ کا اضافہ ہوا ہے۔ اس پہلو سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی پوزیشن کو بہتر بنانے میں شمال کا زیادہ ہاتھ ہے۔ اس بار اس کی کوشش بھی تھی کہ شمال میں اس کی جگہ بنے۔ کانگریس کی اس کامیابی کو مختلف معنی پہنائے جارہے ہیں۔ بعض مبصرین کا یہ کہنا ہے کہ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ملک گیر سطح کی پارٹیوں کی طرف رائے دہندگان لوٹ رہے ہیں اور چھوٹی وعلاقائی پارٹیوں کی اہمیت کم ہورہی ہے۔

بی جے پی کے ایک سینئر لیڈر پرکاش جاوڈیکر نے بھی اس بار کے نتائج پر اپنے پہلے تبصرے میں یہی نکتہ اٹھایا تھا لیکن ایسی بات نہیں ہے اس لئے کہ تقریباً ہر جگہ چھوٹی اور علاقائی پارٹیاں نہ صرف موجود ہیں بلکہ انہیں کامیابی بھی ملی ہے۔ ایک دو صوبوں میں چھوٹی اور علاقائی پارٹیوں کو ضرور نقصان ہوا ہے مگر اس کا فائدہ دوسری علاقائی پارٹیوں کو پہنچا ہے۔ مثال کے طور پر آسام میں اگر آسام گن پریشد کو اس بار کچھ نقصان ہوا ہے تو اسے یوڈی ایف اور بعض دوسری جماعتیں ابھر کر سامنے آئی ہیں۔ مغربی بنگال میں اس بار ترنمول کانگریس کو زبردست کامیابی ملی ہے۔ ادھر اڑیسہ میں بیجو جنتا دل بہت مضبوطی کے ساتھ ابھرا ہے۔ بہار میں اگر راشٹریہ جنتا دل اور لوک جن شکتی پارٹی کو نقصان پہنچا ہے تو جنتا دل متحدہ نے فائدہ اٹھایا ہے۔ اترپردیش میں سماجوادی پارٹی اور بہوجن سماج پارٹی دونوں اپنی جگہ موجود ہیں۔ ان کے دونوں کے حصے میں کوئی قابل ذکر کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ ادھر جنوب میں تیلگو دیسم پارٹی، ڈی ایم کے، اے آئی اے ڈی ایم کے اور ان کی دوسری اتحادی پارٹیوں کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ معدوم ہورہی ہیں۔ جموں وکشمیر میں بھی نیشنل کانفرنس اپنی جگہ موجود ہے۔

یہ نتائج ان کے لئے بھی حیران کن ہیں جنہیں اس انتخاب میں شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کو تو سخت حیرت ہے کہ ایسا کیوں ہوا جبکہ اس کے لیڈر تو یہ دعویٰ کررہے تھے کہ اس بار وہ مرکزی اقتدار میں واپس آرہے ہیں اور آخری مرحلے کی پولنگ کے موقع پر جس طرح بعض پارٹیاں اس کی طرف جھکنے لگی تھیں اس سے بھی یہی اندازہ ہورہا تھا جیسے پالا این ڈی اے نے مار لیا ہے۔ پارٹی کے مرکزی صدر راج ناتھ سنگھ نے ان نتائج پر اپنے پہلے تبصرے میں یہ بات کہی بھی کہ انہیں اس طرح کے نتائج کی ہرگز امید نہیں تھی۔ بی جے پی کی کارکردگی بہار، جھارکھنڈ، آسام، کرناٹک اور گجرات میں اچھی رہی ہے تو اس نے مغربی بنگال میں بھی اپنی موجودگی درج کرائی ہے جہاں سے اس کا ایک امیدوار منتخب ہوا ہے لیکن مدھیہ پردیش، راجستھان اور مہاراشٹر میں زبردست ناکامی ہوئی ہے اور اگر صرف انہی تین صوبوں کو دیکھا جائے تو اسے تیس سیٹوں کا نقصان ہوا ہے۔ پنجاب میں بھی اسے ۲۰۰۴ء کے مقابلے میں کم سیٹیں ملی ہیں۔ یہاں اسے دو سیٹیں گنوانی پڑی ہیں۔ راجدھانی دہلی کا بھی یہی حال ہے جہاں اس بار اسے کچھ بھی ہاتھ نہیں آیا ہے۔ اب وہ اس کا جائزہ لے رہی ہے کہ ایسا کیا ہوگیا کہ بازی بالکل پلٹ گئی، حالانکہ اس نے اپنے پرانے منتر بھی آزمائے تھے۔ دہشت گردی کا معاملہ بھی اٹھایا تھا۔ مالی بدعنوانیوں کو بھی اچھالا تھا۔ نریندر مودی کو بھی بھرپور طریقے سے استعمال کیا تھا لیکن ان میں سے کوئی حربہ کارگر ثابت نہیں ہوسکا۔ انتخابی منشور کے خوشنما وعدے بھی رائے دہندگان کو لبھا نہ سکے۔

سب سے زیادہ تعجب تو بائیں بازو محاذ کو ہے، جو غیر کانگریس اور غیر بی جے پی حکومت بنانے کا دعویٰ لے کر اٹھا تھا اور کہا یہ جارہا تھا کہ اگر وہ خود حکومت بنانے کی حالت میں نہیں آسکا تو کم ازکم بادشاہ گر کی حیثیت تو ضرور حاصل رہے گی لیکن نتائج نے یہ بتادیا کہ وہ ان میں سے کوئی بھی مقام حاصل نہیں کرسکا۔ یہاں تک کہ اس کا اپنا گھر بھی سلامت نہیں رہ سکا۔ دوسروں نے اس میں نہ صرف نقب لگائی بلکہ وہ اس میں کامیاب بھی ہوگئے۔ مغربی بنگال کے علاوہ کیرل سے بھی زمین ان کے پیروں تلے سے کھسکنے لگی۔ انھوں نے جو محاذ بنایا تھا اب اس کے بارے میں بھی یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ قائم رہ سکے گا یا نہیں۔ ان کی ناکامی کے اسباب میں جو اہم وجہ یہ بتائی جارہی ہے کہ دیہی علاقوں کے ووٹر اس بار اس سے سخت ناراض تھے۔ یہ صورتحال یہ بتارہی ہے کہ اس بار مرکز میں کانگریس کی پوزیشن مستحکم ہوگی۔ اس بار اس کو کم دباؤ جھیلنا پڑے گا۔ متنازعہ امور پر اسے بیرونی دباؤ کا بھی ویسا سامنا نہیں کرنا پڑے گا جیسا پہلے تھا۔ حالانکہ یوپی اے کو جو نشستیں حاصل ہوئی ہیں وہ جادوئی ہندسے کو نہیں چھوسکی ہیں مگر وہ اس سے زیادہ دور بھی نہیں ہے لہٰذا اس کی کوشش ہوگی کہ ایسے لوگوں کی مدد لی جائے جو زیادہ نقصان پہنچانے والے نہ ہوں، توڑ جوڑ تو پھر بھی کرنی ہی پڑے گی۔ اب دیکھنا ہے کہ یہ نئی حکومت عوامی امیدوں پر کھری اترتی ہے یا نہیں۔ (ش ر)

خلیج گوانتانامو میں پھر ٹریبونل

واشنگٹن۔ انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیموں نے صدر بارک اوباما کے اس فیصلے پر شدید غم وغصے کا اظہار کیا ہے جس کے تحت گوانتاناموبے کے چند قیدیوں کے مقدمات کو ملٹری ٹریبونل میں دوبارہ شروع کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ صدر اوباما نے اس سے قبل بش کے دور میں قائم کردہ اس عدالتی نظام کے بارے میں منفی جذبات کا اظہار کیا تھا اور کہا تھا کہ نئے اقدامات کے ذریعے اس بات کو یقینی بنایا جائے گا کہ مشتبہ افراد کے مقدمات کی منصفانہ طور پر سماعت ہوسکے۔ صدر اوباما نے اپنی انتخابی مہم کے دوران فوجی عدالتوں کی تشکیل پر تنقید کی تھی۔

پاکستانی وزیر خارجہ کا بیان

پیرس۔ پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے صدر آصف علی زرداری کی فرانسیسی صدر نکولس سرکوزی کے ساتھ یہاں ہونے والی ملاقات کے بعد نامہ نگاروں سے کہا کہ فرانس پرامن مقاصد کے لئے پاکستان کو جوہری ٹیکنالوجی منتقل کرنے کو تیار ہے۔ قریشی کے مطابق سرکوزی نے کہا کہ جو کچھ ہندوستان کے لئے کیا گیا ویسا ہی پاکستان کے لئے کیا جاسکتا ہے اور فرانسیسی صدر کا ایسا کہنا ہمارے لئے کافی معنی رکھتا ہے۔

سی آئی اے کی وضاحت

واشنگٹن۔ سی آئی اے کے ڈائریکٹر لیون پینیٹا نے کہا ہے کہ ایجنسی نے مشتبہ قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی کے معاملے میں ہاؤس اسپیکر نینسی پلوسی کو دھوکہ نہیں دیا۔ کانگریس کو غلط معلومات فراہم کرنا ہماری پالیسیوں میں شامل نہیں ہے۔ جب بھی ہمیں کانگریس کے ارکان کو دہشت گردوں کے ساتھ پوچھ گچھ کی جانکاری دینے کو کہا جاتا تھا ہم انہیں مختصر اور سچی جانکاری دیتے تھے۔

اسرائیلی حملے میں بچے شہید

غزہ۔ فلسطین کے انسانی حقوق مرکز نے غزہ میں پانچ ماہ قبل اسرائیلی فوج کے آپریشن میں ہونے والے جانی نقصانات کی مصدقہ رپورٹ جاری کردی ہے جس کے مطابق مہلوکین میں ۳۱۳ بچے تھے۔ اسرائیلی فوج نے غزہ پٹی میں فوجی آپریشن کیا تھا جو ۱۹۶۷ء میں اسرائیلی قبضے کے بعد سب سے بڑا فوجی آپریشن تھا۔ اسرائیل کا دعویٰ تھا کہ آپریشن Lead Cost کا ہدف حماس تھی اور اس میں عام لوگوں کو نشانہ نہیں بنایا گیا تاہم انسانی حقوق کا فلسطینی مرکز کچھ اور کہتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ آپریشن میں مجموعی طور پر ایک ہزار ۴۱۴ فلسطینی جاں بحق ہوئے جن میں ۸۳ فیصد عام شہری تھے۔ ان میں اٹھارہ سال سے کم ۳۱۳ فلسطینی تھے۔

سری لنکائی فوج کا دعویٰ

کولمبو۔ سری لنکا کی فوج کا کہنا ہے کہ اس نے تمل باغیوں سے ملک کے شمال مشرق میں ساحل سمندر کے آخری حصے کا بھی قبضہ حاصل کرلیا۔ فوج نے باغیوں کو ایک چھوٹے علاقے تک محدود کردیا۔ واضح رہے کہ سری لنکائی فوج اور تمل باغیوں کے درمیان ۲۶ سال سے جاری لڑائی میں اب تک ۷۰ ہزار افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔ اب قیاس آرائیاں کی جارہی ہیں کہ تمل باغی فروج کے خلاف خودکش حملوں کا استعمال کرسکتے ہیں۔

پی ایم کا امیدوار بنانا غلط تھا

جگدل پور۔ چھتیس گڈھ کے بستر پارلیمانی حلقے سے لگاتار چوتھی بار کامیاب ہونے والی بی جے پی کے لیڈر بلی رام کشیپ نے کہا کہ الیکشن میں لال کرشن آڈوانی کو وزیراعظم کے طور پر پیش کرنا پارٹی کی سب سے بڑی بھول تھی۔ انھوں نے یہاں نامہ نگاروں سے کہا کہ عوام نے مسٹر آڈوانی کو وزیراعظم کے طور پر تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور اسی وجہ سے پارٹی کی شکست ہوئی۔

خبر ونظر

حیرت انگیز جیت یا ہار؟

بعض مبصرین کے نزدیک پندرہویں لوک سبھا کے انتخابات میں کانگریس کی جیت اتنی حیرت انگیز نہیں ہے جتنی تعجب خیز بھارتیہ جنتا پارٹی کی ہار ہے۔ یہ مبصرین اسے مشورہ بھی دے رہے ہیں کہ اپنی پالیسیاں بدلے، ہندتو کی بات چھوڑ دے اور ایک ایسی ذمہ دار قومی پارٹی کی حیثیت سے کام کرے جو شہریوں کے تمام طبقوں کی خیرخواہی اور تمام علاقائی اکائیوں کی فلاح چاہتی ہو۔ ٹی وی چینلوں اور اخباروں کے ان مبصرین میں کچھ تو بی جے پی کے خیرخواہ ہیں، کچھ ناقد ہیں اور کچھ غیر جانبدار ہیں۔ لیکن اس پارٹی کو پالیسیاں بدلنے کا مشورہ دینے والے یا تو تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں، یا اس کے اصل ایجنڈے سے ناواقف ہیں یا اسے وہ واقعی ایک سیاسی جماعت سمجھتے ہیں یا پھر بالکل ہی سادہ لوح ہیں۔ صورت جو بھی ہو، اسے یہ مشورہ کسی نے بھی نہیں دیا کہ وہ اپنے اصل ایجنڈے کے ساتھ میدان میں آئے، اپنا سیاسی پروگرام دو اور دو چار کی طرح عوام کے سامنے رکھ کر ان سے ووٹ مانگے۔ سادہ لوحی کی انتہا یہ رہی کہ کسی نے اس پارٹی کو یہ مشورہ بھی دے ڈالا کہ آر ایس ایس سے اپنا تعلق توڑ لے — اور یہی بات ثابت کرتی ہے کہ عوام تو کیا سیاسی مبصرین تک اس کے اصل ایجنڈے سے بے خبر ہیں۔ یہ بھی نہیں جانتے کہ سنگھ کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت کیا ہے۔

اصل ایجنڈا کیا ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ بی جے پی کوئی آزاد اور خودمختار سیاسی پارٹی نہیں ہے، آر ایس ایس کا محض سیاسی بازو ہے اور اس کا اصل ایجنڈا دو نکاتی ہے۔ (۱) پیدائش کی بنیاد پر انسانی اونچ اور ذات برادری کا وہ سماجی نظام، جو صدیوں سے چلا آیا ہے، برقرار رہے، ہرگز ٹوٹنے نہ پائے، اس پر ایک خودساختہ اعلیٰ ذات کی بالادستی قائم رہے اور (۲) ملک کے مالی وسائل پر دوسری مخصوص ذات قابض رہے۔ یہ ایجنڈا دراصل سنگھ کا ایجنڈا ہے۔ آزادی سے پہلے اس نے اس ایجنڈے پر عمل دوسرے طریقوں سے اور اپنی دوسری ذیلی تنظیموں کے توسط سے کیا تھا۔ لیکن آزادی کے بعد اس نتیجے پر پہنچی کہ سیاسی اقتدار پر قبضے کے بغیر ان دونوں مقاصد پر پوری طرح عمل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ۱۹۵۲ء میں 'بھارتیہ جن سنگھ' کے نام سے اپنی پارٹی بنائی، ۱۹۸۰ء میں اسے بھارتیہ جنتا پارٹی کا نام دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ پارٹی اپنے اصل ایجنڈے کے دیانتدارانہ اعلان کے ساتھ سیاسی میدان میں نہیں اترسکتی تھی، اس لئے ۵۷ سال کے اس عرصے میں اس نے کئی تجربات کئے، بار بار اپنے نعرے بدلے۔ ان نعروں کی تعداد نصف درجن کے قریب ہے۔ آغاز کیا تھا "ہندی، ہندو، ہندوستان" سے۔ پھر 'انٹگریٹیڈ ہیومنزم' کا شور بلند کیا، سرد جنگ کے دور میں جب ہمارے ملک کی معیشت سوویت یونین کے زیر اثر تھی، "گاندھیائی سوشلزم" کا نعرہ بھی یہ پارٹی لگا چکی ہے۔

مذاکرات کئے جائیں

اب ظاہری بات ہے کہ جو پارٹی ایک پوشیدہ سیاسی پروگرام کے تحت کام کررہی ہو، وہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے منفی طریقے ہی استعمال کرسکتی ہے، مثبت طریقے استعمال کرہی نہیں سکتی۔ اس نے قیام کے پہلے ہی دن سے مذہبی اقلیتوں کے خلاف نفرت پھیلانے کا کام مختلف عنوانات سے شروع کردیا۔ نام نہاد اکثریت کو اپنے زیر دام رکھنے کا یہ طریقہ مؤثر ثابت ہوا۔ چنانچہ ملک کی جس عظیم آبادی کو اس نے اپنے سماجی نظام کے تحت سب سے نچلے درجے میں رکھا ہوا ہے اور نہیں چاہتی کہ اس کی یہ سماجی حیثیت تبدیل ہو، وہ "اکثریتی دھرم کا حصہ" ہونے کے پرکشش نعرے سے متاثر ہوکر اس فریب میں آگئی۔ اور اس آبادی کا سب سے مؤثر اور آسان استعمال اس نے فسادات میں کیا۔ اس کی یہ سیاست عوام پر کبھی کبھی عیاں بھی ہوتی رہی اور اسے سیاسی نقصان بھی پہنچا، جیسا کہ اس بار بھی ہوا، لیکن وہ اپنا ایجنڈا چھوڑنے کو تیار نہیں۔ اب اگر اس پارٹی کے خیرخواہ اس کی اصلاح چاہتے ہیں تو انہیں اس کے ساتھ اس خفیہ ایجنڈے کی معقولیت پر بات کرنی چاہئے۔ لیکن اس معاملے میں بی جے پی سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، آر ایس ایس سے کرنی چاہئے کہ اس کا حاصل کیا ہے۔ ہمارا خیال ہے آر ایس ایس کے ساتھ اس موضوع پر پورے اعتماد کے ساتھ مذاکرات صرف وہی لوگ کرسکتے ہیں جو تمام انسانوں کی دنیوی واخروی فلاح ونجات کے پروگرام کے امین ہیں (پ ر)

پوپ نے آزاد وخودمختار فلسطینی مملکت کے قیام پر زور دیا

پوپ بینیڈکٹ ۱۶ نے مغربی ایشیا کا آٹھ روزہ دورہ مکمل کرلیا جس میں انھوں نے پرزور الفاظ میں فلسطینی مملکت کے قیام کی حمایت کی۔ ساتھ ہی اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرلئے جانے پر بھی زور دیا۔ انھوں نے روم کے لئے واپسی کے وقت ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے پہلے تل ابیب کے ایئرپورٹ پر کہا: "عالمی سطح پر اس امر کو تسلیم کیا جانا چاہئے کہ اسرائیل کو اپنے بقا کا حق ہے اور بین الاقوامی سطح پر منظور شدہ سرحدوں کے اندر امن اور سیکورٹی سے فیض یاب ہونے کا بھی حق ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس امر کو بھی تسلیم کیا جانا چاہئے کہ فلسطینی عوام کو بھی ایک آزاد اور خودمختار ہوم لینڈ رکھنے کا حق ہے۔ دو مملکتی حل کو خواب ہی نہیں بنے رہنے دینا چاہئے بلکہ اس کو حقیقت کا روپ اختیار کرلینے دینا چاہئے"۔ بعد میں واپس روم کو پرواز کے دوران انھوں نے تسلیم کیا کہ امن کے سلسلے میں مختلف پوزیشنوں میں زبردست اختلافات ہیں پھر بھی وہ امن سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔

انھوں نے خود کو بار بار امن کا سفیر قرار دیتے ہوئے کہا: "اگرچہ ابھی تک یہ حل واضح طور پر نظر نہیں آرہا ہے پھر بھی اس کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے۔ اس سے پہلے اپنے دورہ کے آخری دن وہ یروشلم میں سیپلچر کے چرچ میں روایتی سیاہ چوغوں اور سرخ ٹوپیوں میں ملبوس پادریوں کے جلو میں پہنچے۔ انھوں نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر اور پھر زمین پر سجدہ ریز ہوکر اس مستطیل کو بوسہ دیا جس کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ مسیح کو پھانسی دینے کے بعد ان کی لاش کو صلیب سے اتار کر اس پر لٹایا گیا تھا۔

انھوں نے چرچ میں جمع لوگوں سے کہا مایوس نہ ہوں انھوں نے ہولوکاسٹ، اسرائیل، فلسطین سیاست اور علاقے میں عیسائیوں کی تعداد گھٹتے جانے کے موضوعات پر تقریر کی اور کہا بائبل ہمیں یقین دلاتی ہے کہ خدا تمام چیزوں کو نئے سرے سے پیدا کرسکتا ہے۔ تاریخ کو دہرانے کی ضرورت ہے۔ یادوں کے زخموں پر مرہم رکھا جانا چاہئے۔ الزام تراشی اور دشمن کے تلخ نتائج پر کنٹرول کیا جانا چاہئے۔ انصاف، امن، معقولیت اور باہمی تعاون پر مرد وعورت تک پہنچنے چاہئیں۔ تمام نسل انسانی کو اور خاص طور سے ان لوگوں کو اس سرزمین میں رہائش پذیر ہیں۔ انھوں نے حوصلہ افزا الفاظ میں کہا میں نے اپنے نجات دہندہ اور دوبارہ دنیا میں آنے والے عیسیٰ کے مقدس مقامات کی زیارت کرلی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے سب کچھ شروع ہوا جہاں خیر نے شر کو شکست سے دوچار کیا۔ وہ عمل جس کی ...... اور ہم سب توقع کرتے ہیں کہ اس مقدس سرزمین میں ہوگا اور پوری دنیا میں ہوگا۔

کیتھولک چرچ کے سربراہ پوپ بینیڈکٹ نے اپنے آٹھ روزہ دورے کے دوران بار بار اور مختلف مقامات پر مشرق وسطیٰ میں فلسطینیوں کے مصائب اور پریشانیوں پر تشویش کا اظہار کیا اور آزاد فلسطینی ریاست کے قیام پر زور دیا۔ انھوں نے فلسطینی اتھارٹی کے صدر محمود عباس کے ساتھ گفتگو میں بھی اس کی ضرورت پر زور دیا اور اسرائیل کے وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو کے ساتھ ملاقات میں بھی یہ سوال اٹھایا۔ اور اس اسرائیل وفلسطین کے مسئلے کا حل آزاد فلسطینی مملکت کے قیام میں ہی قرار دیا۔ انھوں نے فلسطینیوں سے بھی تشدد اور دہشت گردی سے دور رہنے کی اپیل کی اور کہا ہولی آپ لوگوں کے اس سرزمین میں ایک آزاد وخودمختار ہوم لینڈ کے حق کی حمایت کرتے ہیں جو آپ کے آباء واجداد کی سرزمین ہے ایسی مملکت جس کو اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ سرحدوں میں امن اور تحفظ حاصل رہے۔ (ع ق)

بلاتبصرہ

پندرہویں لوک سبھا کیلئے ہونے والے عام انتخابات کے نتائج نے یہ واضح کردیا ہے کہ عام ووٹر نہ تو فرقہ واریت چاہتا ہے اور نہ ذات پات پر مبنی سیاست کو پسند کرتا ہے، بلکہ وہ ترقی وخوشحالی کو دیکھنا چاہتا ہے، اترپردیش، راجستھان اور بہار میں جو غیر متوقع نتائج آئے ہیں وہ حزب اختلاف کو یہ سوچنے کا موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ اپنی حکمت عملی اور طرز فکر وعمل کا جائزہ لیں۔

سوینا ساہجوانی، نئی دہلی
ہندو، ۱۸ مئی ۲۰۰۹ء

یروشلم کو راجدھانی بنانے کی پرفریب منصوبہ بندی

اسرائیل یروشلم کو اپنی راجدھانی بنانے کے لئے خاموشی کے ۹ ساتھ سو ملین ڈالر کی لاگت سے کثیر بری پروگرام پر کام کر رہا ہے۔ بیک وقت تین مذاہب میں مقدس مقام کی حیثیت رکھنے والے قدیم شہر کی فصیل کے گرد شاندار پارک تیار کررہا ہے جسے شہر داؤد کا نام دیا گیا ہے۔ اس منصوبے کے کچھ حصے ایک پرائیویٹ گروپ کو سونپ دیئے گئے ہیں جو مشرقی یروشلم میں یہودی بستیوں کے لئے فلسطینیوں کی پراپرٹی خرید رہا ہے۔ ابھی تک اس سازش پر کسی بین الاقوامی ادارہ تنظیم یا ملک نے توجہ نہیں دی ہے۔ اگرچہ غیر منظور شدہ فلسطینی مکانوں کو منہدم کرنے پر بڑے پیمانے پر مذمت کی گئی ہے۔ جبکہ حال ہی میں مشرق وسطیٰ کے لئے اقوام متحدہ کے اسپیشل کوآرڈی نیٹر نے مشرقی یروشلم کے ایک ادارے نے کہا تھا۔ اس وقت اسرائیل جو کچھ بھی کراتا ہے وہ متنازعہ ہے۔ انھوں نے اسرائیلی حکمرانوں کو خبردار بھی کیا کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو آگ پر تیل کا کام کرے۔

منصوبہ کے تحت اس علاقے میں ڈالے گئے ملبہ اور افتادہ زمین کو صاف کیا جارہا ہے اور اس کو سرسبز وشاداب باغات اور پارکوں میں بدلا جارہا ہے۔ ان پارکوں میں لوگوں نے ابھی سے فٹ پاتھوں پر گھومنا اور مناظر سے لطف اندوز ہونا شروع کردیا ہے۔ جہاں یہودی تاریخ کے اہم پوائنٹ اور علامات کی نشاندہی کی جارہی ہے۔ اس شہر کے جن حصوں پر یہ ترقیاتی کام کئے جارہے ہیں ان پر اسرائیل نے مشرق وسطیٰ کی ۱۹۶۷ء کی جنگ میں امریکہ، برطانیہ اور فرانس وغیرہ کی مدد سے غاصبانہ قبضہ کیا تھا اور ان کو صیہونی مملکت میں الحاق کا اعلان کردیا تھا جبکہ بین الاقوامی دنیا نے اس کے الحاق کو آج تک بھی تسلیم نہیں کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی تاریخی وراثت کے لئے زبردست جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ حریت پسند خوددار اور محب وطن فلسطینی اس کی آزادی کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے جارہے ہیں۔ دوسری طرف صیہونی حکومت دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے یہاں قدیم یہودی زندگی کے ایسے شواہد جمع کرنے کی کوشش کررہی ہے جو دنیا کے سامنے غیر متنازع آثار قدیمہ کی حیثیت سے پیش کئے جاسکیں۔ لیکن فلسطینی افسران اور ادارے ان شواہد کو یہ کہتے ہوئے مسترد کررہے ہیں کہ یہ یہاں صیہونی تاریخ گھڑانے کی کوشش کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ یہ علاقے تین بڑے توحید پرست مذاہب کی یادگار اشیاء سے لبریز ہے۔

اسرائیلی حکومت نے اس ترقیاتی پروگرام کی منصوبہ بندی سب سے پہلے تقریباً ۲۰۰۵ء میں کی تھی جس کا یروشلم کو اسرائیل کی راجدھانی کی حیثیت دینے کے اپنے موقف کو مضبوط کرنا تھا۔ جس کا اظہار اس منصوبے کی ابتدائی لائنوں میں ہی کردیا گیا تھا اور گزشتہ سال اس پر عملدرآمد بھی شروع کردیا گیا تھا۔ جس پر وزیراعظم کا آفس اور میونسپلٹی مشترکہ طور پر عمل کررہے ہیں لیکن کسی بھی آفس یا پرائیویٹ گروپ کا کوئی بھی آدمی شہر داؤد کے بارے میں زبان کھولنے کے لئے تیار نہیں ہے جبکہ حقائق پر پردہ ڈالنے کی فریب دہی کی صیہونی و ہندتوادی فطرت کے عین مطابق باتیں گھما پھرا کر کی جاتی ہیں اور کہا جارہا ہے کہ اس مقام کی ترقی تینوں مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے ہر شخص کے مفاد میں ہوگی۔ کیونکہ اس کو اس طرح ترقی دی جائے گی کہ یہاں زیادہ سے زیادہ سیاح اور زائرآئیں گے۔ دنیا بھر کے لوگوں کی دلچسپی کا مرکز بن

باقی صفحہ ۵ پر

دعوت

وقت ایک امانت ہے!

ڈاکٹر عبدالواسع شاکر

وقت اور اس کی ترتیب وتنظیم ایک اہم علمی، سائنسی اور تکنیکی موضوع بن چکا ہے۔ اس موضوع پر سیمی نارز اور ورک شاپس منعقد کرائی جارہی ہیں اور کتابیں لکھی جارہی ہیں۔ وقت کی ترتیب وتنظیم کا شعور وادراک مغربی دنیا میں مخصوص مادی مسائل کے باعث صرف نصف صدی سے زیادہ قدیم موضوع نہیں ہے۔ لیکن وقت کی اہمیت اور اس سے متعلق جملہ امور کے بارے میں قرآن کریم اور نبی کریمؐ نے ۱۴۰۰ سال پہلے دنیا کو آگاہ کردیا تھا۔ یہ ہماری بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے کہ مغربی اور دیگر اقوام نے وقت کی اہمیت کا بروقت احساس کرکے دنیوی شعبوں میں ترقی کرلی اور ہم سے آگے نکل گئے مگر ہم وقت کی اہمیت کو فراموش کرکے ہر میدان میں پیچھے رہ گئے۔

سید مودودیؒ اپنی معرکہ آرا تفسیر تفہیم القرآن میں سورۃ العصر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''پہلے یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جو زمانہ اب گزر رہا ہے وہ دراصل وقت ہے جو ایک ایک شخص اور ایک ایک قوم کو دنیا میں کام کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔ اس کی مثال اس وقت کی سی ہے جو امتحان گاہ میں طالب علم کو پرچے حل کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔ یہ وقت جس تیزی کے ساتھ گزر رہا ہے اس کا اندازہ تھوڑی دیر کے لئے اپنی گھڑی میں سیکنڈ کی سوئی کو حرکت کرتے ہوئے دیکھنے سے آپ کو ہوجائے گا، حالانکہ ایک سیکنڈ بھی وقت کی بہت تھوڑی مقدار ہے۔ اسی ایک سیکنڈ میں روشنی ایک لاکھ ۸۶ ہزار میل کا راستہ طے کرلیتی ہے اور خدا کی خدائی میں بہت سی چیزیں ایسی بھی ہوسکتی ہیں جو اس سے بھی تیز رفتار ہوں، خواہ وہ ابھی ہمارے علم میں نہ آئی ہوں، تاہم اگر وقت کے گزرنے کی وہی رفتار سمجھ لی جائے جو گھڑی میں سیکنڈ کی سوئی کے چلنے سے ہم کو نظر آتی ہے اور اس بات پر غور کیا جائے تو ہم جو کچھ بھی اچھا یا برا فعل کرتے ہیں اور جن کاموں میں بھی ہم مشغول رہتے ہیں سب کچھ اسی محدود مدت عمر ہی میں وقوع پذیر ہوتا ہے جو دنیا میں ہم کو کام کرنے کے لئے دی گئی ہے تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا اصل سرمایہ تو یہی وقت ہے جو تیزی سے گزر رہا ہے۔''

(تفہیم القرآن، ج:۶، ص:۴۵۰)

وقت کی اہمیت وافادیت کو حضور اکرمؐ نے متعدد مواقع پر مختلف انداز سے امت کی رہنمائی اور فلاح وکامرانی کے لئے بیان فرمایا ہے۔ حضرت عمرو بن میمونؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''پانچ حالتوں کو پانچ حالتوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو اور ان سے جو فائدہ اٹھانا چاہو وہ اٹھالو۔ غنیمت جانو جوانی کو بڑھاپے کے آنے سے پہلے، تندرستی کو بیمار ہونے سے پہلے، خوشحالی اور فراخ دستی کو ناداری اور تنگدستی سے پہلے، فرحت اور فراغت کو مشغولیت سے پہلے، اور زندگی کو موت سے پہلے۔'' (الترغیب وترہیب) اس حدیث مبارکہ میں جن حالتوں کو بیان کیا گیا ہے وہ ہمارے لئے وقت کے استعمال اور ترجیحات سے متعلق رہنمائی کا نمونہ ہیں۔

وقت کی اہمیت

قرآن وحدیث کی روشنی میں وقت کی چار بنیادی خصوصیات ہیں:

(۱) اس کائنات میں ہر جان دار و بے جان مخلوق کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا مقدر اور وقت مقرر کر رکھا ہے اور یہ مقدر اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔ دنیا میں ہر انسان کے نہ صرف پیدا ہونے اور مرنے کا وقت مقرر ہے بلکہ اس کے ہر کام وقت مقرر ہے، حتی کہ ہماری سانسیں بھی مقرر ہیں کہ کتنی سانسیں بندہ اس دنیا میں لے گا۔

(۲) وقت گزرنے والی چیز ہے۔ وقت لحہ بہ لحہ گزر رہا ہے اور گزر جائے گا۔ امام رازیؒ نے کسی بزرگ کا قول نقل کیا ہے کہ ''وقت کی مثال ایک برف والے کی طرح ہے جو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ دیکھو میرا زندگی کا سرمایہ گھلا جارہا ہے اور اگر یہ برف کارآمد نہیں ہوئی تو یہ رکھے رکھے گھل جائے گی اور ختم ہوجائے گی۔

(تفہیم القرآن، ج:۶، ص:۴۵۰)

(۳) تیزی کے ساتھ گزرتا ہوا ہر سیکنڈ اور لحہ جو گزر گیا وہ واپس نہیں آئے گا۔ اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے۔ انسان جو پیسہ خرچ کرلے وہ دوبارہ کمایا جاسکتا ہے لیکن وہ وقت جو گزر گیا واپس نہیں آسکتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر آنے والا دن جب شروع ہوتا ہے تو وہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے انسان! میں ایک نو پیدا مخلوق ہوں، میں تیرے عمل پر شاہد ہوں، تو مجھ سے کچھ حاصل کرلے، میں تو اب قیامت تک لوٹ کر نہیں آؤں گا۔

(۴) وقت کے ایک ایک لمحے کا حساب ہمیں اللہ تعالیٰ کو دینا ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ''حشر کے میدان میں آدمی آگے نہ بڑھ پائے گا جب تک کہ پوری زندگی کا حساب نہ دے لے۔ پوچھا جائے گا کہ عمر کہاں گزاری، جوانی کیسے گزاری، مال کس طرح کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جو علم حاصل کیا اس کو کس طرح استعمال کیا۔

(الترغیب وترہیب)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تباہ ہوگیا وہ شخص جس کا آج اس کے گزرے ہوئے کل سے بہتر نہ ہو۔'' سرور کائنات کا ایک اور فرمان ہے: ''مومن کے لئے دو خوف ہیں: ایک اجل جو گزر چکا ہے معلوم نہیں خدا اس کا کیا کرے گا اور ایک اجل، جو ابھی باقی ہے معلوم نہیں اللہ تعالیٰ اس میں کیا فیصلہ صادر فرمائے؟ لہٰذا انسان کو لازم ہے کہ اپنی طاقت سے اپنے نفس کے لئے اور دنیا سے آخرت کے لئے، جوانی سے بڑھاپے کے لئے اور زندگی سے قبل موت کے لئے کچھ نفع حاصل کرلے۔''

وقت کی کمی یا ترجیحات کا تعین

اصل مسئلہ وقت کی کمی کا نہیں بلکہ ترجیحات کے تعین کا ہے۔ اگر ہم طے کرلیں کہ کون سی چیز یا کام ہماری پہلی ترجیح ہونی چاہئے۔ دوسری ترجیح کیا ہونی چاہئے، اور تیسری ترجیح کیا ہو، تو وقت کی کمی کا مسئلہ خود بخود حل ہوجائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ۲۳ سالہ نبوی زندگی میں کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ جس دن حضورؐ نے قرآن نہ پڑھا ہو اور دوسری کو پڑھ کر نہ سنایا ہو۔ یہ ان کی زندگی کی ترجیح تھی اور ان کے صحابہؓ کی زندگی کی ترجیح تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تا قرآن پڑھتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کرکے فرمایا کہ ''کوئی تین دن سے کم میں قرآن ختم نہ کرے۔'' (حدیث) اگر ہماری بھی ترجیحات وہی ہوں گی جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے مقرر کی ہیں تو ہمارے لئے وقت کی کمی کا کوئی مسئلہ نہ ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے بعض خطبوں کا ابتدائی جملہ یہ ہوتا تھا کہ ''اے لوگو! تمہاری زندگی گزرتی چلی جارہی ہے۔ یہ اچانک کسی پل ختم ہوجائے گی، جو وقت گزر گیا وہ تو گزر گیا لیکن جو آنے والا ہے اس کی فکر کرو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنی جنت کے لئے کچھ مال جمع کرلو۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''بندہ کا صرف وہی ہے جو اس نے کھالیا یا پہن لیا یا آگے بھیج دیا۔ جو اس نے خرچ نہیں کیا وہ سب وارثوں کا مال ہے۔'' (سنن کبریٰ بیہقی)

وقت کے صحیح استعمال کا مقصد

ہمارے نزدیک وقت کی ترتیب وتنظیم کے دو بنیادی مقاصد ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ ہم اس بات کا اہتمام اور کوشش کریں کہ ہمارے وقت کا کوئی ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایمان والوں کی یہ خصوصیت بیان کی ہے کہ وہ اپنے وقت کو لغویات میں ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔ (معارف القرآن، سورۂ مومنون)۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ جو ۲۴ گھنٹے ہمیں روزانہ ملتے ہیں اس میں ہم کتنا زیادہ سے زیادہ وقت اپنے فرائض کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ حقوق کی ادائیگی کے لئے نکالتے ہیں، اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

وقت میں اضافے کے لئے اور وقت کی کمی کو دور کرنے کے لئے بہت سارے طریقے ہمیں اللہ کے رسول کی احادیث میں ملتے ہیں، نیز جدید دور میں وقت کے ضیاع کے حوالے سے تحقیقات نے بھی ہماری رہنمائی کے کچھ نکات متعین کردیئے ہیں۔ ان میں سے چند اہم اصول ونکات درج ہیں۔

دن کا آغاز نماز فجر سے پہلے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ساری احادیث ہیں جن میں آپؐ نے فرمایا کہ صبح سویرے اُٹھو گے تو اس کے نتیجے میں تمہارے رزق ومال میں برکت ہوگی، اور اگر صبح نہیں اُٹھو گے تو پریشان ورنجیدہ رہو گے۔ ایک دن حضور اکرمؐ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے پاس صبح کے وقت تشریف لے گئے۔ وہ آرام فرما رہی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلمنے ان کو جگاتے ہوئے فرمایا: ''بیٹی! اُٹھو، اپنے رب کے رزق کی تقسیم کے وقت حاضر رہو اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ بنو، کیونکہ اللہ تعالیٰ طلوع فجر اور طلوع شمس کے درمیان لوگوں کا رزق تقسیم کرتے ہیں۔''

صبح جلدی اٹھنے اور فجر کے بعد نہ سونے کے نتیجے میں ہم کو دن میں کئی گھنٹے اضافی مل جاتے ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ صبح ۶ بجے سے ۸ بجے کے وقت کو جسے دنیا میں پرائم ٹائم کہا جاتا ہے ہم سونے میں گزاردیتے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ ''اے اللہ! میرے امت کے لئے صبح کے اوقات میں برکت عطا فرما۔'' ایک مشہور چینی روایت ہے کہ ''جو آدمی صبح جلدی اٹھتا ہے اس کو دولت مند بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔''

جدید تحقیق سے ثابت ہے کہ انسان رات کو ۹ بجے کے بعد جو کام ایک گھنٹے میں کرتا ہے صبح کے اوقات میں وہی کام صرف ۲۰ منٹ میں کرلیتا ہے۔ اس دن اور رات میں ایک وقت ایسا بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پرائم ٹائم قرار دیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ''رات کے آخری پہر میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آجاتے ہیں اور منادی کردیتے ہیں کہ مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا، مجھ سے طلب کرو میں تمہاری ضرورت کو پورا کروں گا۔'' (بخاری) پورے ۲۴ گھنٹوں میں اس سے زیادہ قیمتی وقت کوئی نہیں ہے اور وقت کی ترتیب وتنظیم اس بات کا ہی نام ہے کہ انسان اپنے پرائم ٹائم کو سب سے بہترین طریقے سے استعمال کرسکے۔ دنیا میں کوئی لیڈر شپ ایسی نہ ہوگی جس کو کوئی بڑی کامیابی ملی ہو اور وہ سحر خیزی کی عادی نہ ہو۔ اگر ہم صبح ۵ بجے اُٹھ جائیں تو جو کام دن میں ہم تین گھنٹے میں کرتے ہیں وہ صبح میں ایک گھنٹے میں ہی کرلیں گے۔ ہمیں محسوس ہوگا کہ ہمارا دن ختم ہی نہیں ہورہا ہے۔ اس سنت کو اپنائے بغیر اور اس عادت کو اختیار کئے بغیر ہمارے لئے نہ اُخروی کامیابی ممکن ہے اور نہ دنیاوی برتری ہی۔

معاشی مصروفیات کی منصوبہ بندی

ہر فرد کو چاہئے کہ اپنے معاش کے لئے ایک وقت مقرر کرے کہ مجھے اپنے اوقات کا کتنا حصہ معاش کے لئے صرف کرنا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہر آدمی کی روزی اور اس کا رزق مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا ہمارے مقدر میں لکھا ہے اُتنا ہی ہمیں ملے گا، چاہے ہم ۸ گھنٹے کام کریں یا ۱۶ گھنٹے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''روزی انسان کا پیچھا کرتی ہے۔'' (الترغیب وترہیب) ''رزق میں کمی یا تاخیر سے پریشان نہ ہو اور روزی کو کمانے میں خوش اسلوبی سے کام لو۔'' (ایضاً)

انسان کی جسمانی استطاعت کے بارے میں محققین کہتے ہیں کہ کوئی بھی آدمی جب اپنے معاش کے لئے آٹھ گھنٹے سے زیادہ صرف کرتا ہے تو اس کا زائد صرف کردہ وقت کارآمد نہیں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی معاشروں میں آٹھ گھنٹوں سے زیادہ کی ملازمت نہیں ہوتی۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ آدمی انہی اوقات میں زیادہ سے زیادہ کام کرکے اپنے حصے کا کام پورا کرے۔ ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنے معاش کے لئے ایک وقت مقرر کریں جو آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہ ہو۔ انہی گھنٹوں میں پوری قوت اور توانائی کے ساتھ کام کریں۔ بہت سارے لوگوں نے تجربہ کرکے یہ سیکھا ہے کہ واقعی جو کام ۱۲ اور ۱۴ گھنٹوں میں کر رہے تھے وہی کام اب ہم آٹھ گھنٹوں میں کرسکتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ہم اپنے اوقات میں کافی اضافہ کرسکتے ہیں۔

معذرت کرنا سیکھیں

روزمرہ معاملات میں ہم بعض اوقات تکلف یا تعلق کی وجہ سے وعدہ کرلیتے ہیں اور وقت کی کمی کی وجہ سے اس وعدے کو پورا نہیں کرپاتے۔ اس کے نتیجے میں جن سے ہم وعدہ کرتے ہیں وہ بھی مشکل میں پڑجاتے ہیں اور ہماری ساکھ بھی متاثر ہوتی ہے۔ اس بات کا بھرپور اہتمام کرنا چاہئے کہ فرد کسی کو وقت دینے سے پہلے پوری طرح اطمینان کرلے کہ یہ ممکن بھی ہوگا یا نہیں۔ معذرت کرنا کوئی گناہ کا کام نہیں لیکن وقت دینے کے بعد نہ پہنچنا عہد کی خلاف ورزی ہے۔ مغربی دنیا میں کہا جاتا ہے کہ اگر آپ نے ''نہیں'' کہنا سیکھ لیا ہے تو آپ نے گویا اپنا آدھا وقت بچالیا۔

وقت کو ضائع کرنے والی چیزیں

وقت کو ضائع کرنے والی چیزوں میں سب سے پہلا نمبر ٹیلی وژن کا ہے۔ ایک عام امریکی دن میں تین سے ۴ گھنٹے ٹی وی دیکھتا ہے، جب کہ پاکستان میں اوسطاً لوگ روزانہ دو سے تین گھنٹے ٹیلی ویژن کے سامنے گزارتے ہیں۔ ٹیلی ویژن کے بعد اب دوسرا نمبر موبائل فون کا ہے۔ ہمیں یہ اندازہ کرنا چاہئے کہ روزانہ ہم کتنے گھنٹے ٹیلی فون پر صرف کرتے ہیں۔ اوسطاً ایک موبائل فون پر روزانہ ۲۰ کالز اور ۱۲ ایس ایم ایس موصول ہوتے ہیں۔ اگر آپ اس وقت کو کنٹرول نہیں کرسکیں گے تو روزانہ ایک سے دو گھنٹے فون کا اور ایس ایم ایس کا جواب دینے میں لگ جائیں گے۔ اپنے ٹیلی فون پر گزرے ہوئے وقت کا اندازہ اور تعین کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو اس حوالے سے ایک نظم لانے کی ضرورت ہے، اگر ہم ہر فون کال کا جواب اُسی وقت دینا چاہیں گے تو ہم نہ آرام کرسکتے ہیں۔ نہ کوئی سنجیدہ کام اور نہ کوئی میٹنگ ہی پوری توجہ کے ساتھ کرسکتے ہیں، فون ہمارے وقت کو ضائع کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے جس کو کنٹرول کئے بغیر ہم اپنے وقت کو قابو نہیں کرسکیں گے۔ اسی طرح ہمارا جو وقت ٹیلی ویژن کے سامنے ضائع ہوتا ہے، اس کو بھی کم سے کم کرنے کی ضرورت ہے۔

وقت مقررہ کی پابندی کا اہتمام

ہمارے معاشرے میں دیئے گئے وقت کی پابندی کا اہتمام نہ ہونے کے کلچر کی وجہ سے روزانہ کئی گھنٹے ضائع ہوجاتے ہیں۔ بالعموم میٹنگز اور پروگرامات دیئے گئے وقت سے ۲۵، ۲۰ منٹ بعد شروع ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ وقت پر آجاتے ہیں اور کچھ لوگ دیر سے آتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں جو وقت پر آجاتا ہے اس کا بھی ضائع ہوتا ہے اور جس نے بلایا ہوتا ہے اس کا بھی۔ اگر ہم اس کا تعین کریں تو روزانہ آدھا یا پونا گھنٹہ انتظار میں ہی ضائع ہوجاتا ہے۔ اس انتظار کے وقت کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے اپنے دائروں میں انتہائی ممکنہ حد تک وقت کی پابندی کا اہتمام کریں اور کروائیں تو سب کے وقت کو ضائع ہونے سے بچاسکتے ہیں۔

بہ یک وقت کئی کاموں سے اجتناب

اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بہ یک وقت ہمارے سامنے کئی کام ہوتے ہیں اور ہم انہیں ایک ساتھ کرنے کی کوشش کررہے ہوتے ہیں، اس کے نتیجے میں نہ صرف وقت ضائع ہوتا ہے بلکہ وہ کام بھی اچھی طرح سے پورا نہیں ہوپاتا۔ بہتر یہ ہے کہ اگر کئی کام ہمارے سامنے ہوں تو ہم اس کی ترجیحات طے کریں۔ ان میں سے جو سب سے زیادہ ضروری اور فوری ہو، اس کو مکمل کریں اور اس کے بعد دوسری ترجیح کا کام شروع کریں۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف ہم اپنے وقت کو بچانے میں کامیاب ہوں گے بلکہ ان کاموں کو بھی موثر طور پر بروقت مکمل کرسکیں گے۔

تاخیر اور ٹال مٹول سے گریز

بعض اوقات ایک ہی وقت میں ہمارے سامنے کئی کام ہوتے ہیں۔ ہم ایک کام شروع کرتے ہیں لیکن اس کو پورا کئے بغیر دوسرا کام شروع کردیتے ہیں۔ مثلاً دفتری زندگی میں روزانہ بہت سے خطوط اور نوٹس ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ہم ان کو پڑھتے ہیں اور پھر رکھ دیتے ہیں۔ ایک دو دن کے بعد انہیں پھر دوبارہ پڑھتے ہیں اور رکھ دیتے ہیں اور پھر تیسری دفعہ اس پر کام شروع کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں جو خط ہم ایک ہی دفعہ پڑھ کر کام کرسکتے تھے اس کو تین دفعہ پڑھنے کے بعد اس کام کو کرپاتے ہیں۔ اسی طرح توجہ اور تجاویز کے ضمن میں بہت ساری چیزیں ہمیں موصول ہوتی ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ان کے جواب دینے کے وقت کو کم سے کم کریں۔ اس کا طریقہ بھی یہی ہے کہ جو کام ہمیں خود کرنے ہیں ان کی ترجیح متعین کریں، اور جو کام دوسروں کے حوالے کرنے ہیں ان کو فوری طور پر دوسروں کے سپرد کردیں۔

کام کو تقسیم کرکے وقت بچائیں

روزمرہ کے کاموں میں بہت سے کام ہمارے پاس ایسے ہوتے ہیں جو اگر دوسروں کے سپرد کردیئے جائیں تو کام بھی بہتر انداز میں ہوجائے گا اور وقت بھی بچے گا۔ اگر ہم سارے کام خود کرنے کی کوشش کریں گے، مثلاً رپورٹیں بھی خود بنائیں گے، اس کو خود ہی بھیجیں گے بھی، ہر چیز کا ریکارڈ بھی خود رکھیں گے اور جائزہ بھی خود لیں گے تو اس کے نتیجے میں نہ صرف ہمارے وقت کا ضیاع ہوگا بلکہ کام بھی بہتر طریقے سے نہیں ہوسکے گا۔ اس کو Micro Management کہتے ہیں جو کہ وقت کے ضیاع کا ایک بڑا سبب ہے۔ اس کا علاج کام دوسروں کو تفویض یا سپرد کرنا ہے اور پھر اس کا جائزہ لیتے رہنا ہے تاکہ ہدف بروقت حاصل ہوسکے۔

طویل گفتگو سے گریز

مختصر گفتگو ایک فن ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو خطبات تحریری صورت میں احادیث کی کتابوں میں ملتے ہیں ان سب کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مختصر ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ڈیڑھ لاکھ صحابہؓ کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کو پڑھنے میں صرف سات منٹ لگتے ہیں۔ اسی طرح صحابہؓ کے خطبے بھی مختصر ہوتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات کی ایک خصوصیت اختصار کے ساتھ تکرار بھی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی بات کو دو تین دفعہ بیان کرتے تھے تاکہ بات ذہن نشین ہوجائے۔ جدید سائنسی تحقیق سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی فرد ایک گھنٹے کی تقریر توجہ سے سنے تو اس کا صرف دس فیصد اگلے دن تک یاد رکھ سکتا ہے۔ مختصر گفتگو میں یہ تناسب بڑھ کر ۲۵ فیصد تک ہوجاتا ہے۔ ہم جتنی طویل گفتگو یا خطاب کریں گے، اس کا استحضار اتنا ہی کم ہوگا۔

اپنی بات کو مختصر کرنے کی عادت ڈالیں اور اس کی تیاری کریں۔ مشہور برطانوی سیاست دان چرچل کا کہنا ہے کہ اگر مجھے تین گھنٹے تقریر کرنی ہو تو میں تیاری نہیں کرتا بس بولتا چلا جاتا ہوں، اور اگر ۱۵ منٹ تقریر کرنی ہو تو تین گھنٹے اس کی تیاری کرتا ہوں۔ یہ ایک صلاحیت ہے جس کو ہمیں اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے کہ بات مختصر اور نکات کی صورت میں کی جائے۔ اس سے اپنا بھی اور دوسروں کا بھی وقت بچتا ہے۔ اگر کسی میٹنگ میں ۱۰، ۱۵ لوگ ہوں اور سب ۱۰ سے ۱۵ منٹ گفتگو کریں تو ۱۵۰ منٹ ہوجاتے ہیں۔ اگر ہر آدمی اپنی بات تین منٹ میں مکمل کرنے میں کامیاب ہوجائے تو ۴۵ منٹ میں بامکمل ہوجائے گی۔ دعوتی کام کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ بات جامع اور مختصر ہو اور تکرار کے ساتھ ہوتا کہ بات ذہن نشین ہوجائے۔ گفتگو کرنے سے پہلے ایک لمحے کے لئے اس بات کا تصور ضرور کریں کہ جو الفاظ بھی ہم بولیں گے اس کا پورا پورا حساب ہمیں اللہ تعالیٰ کے ہاں دینا ہوگا۔

اہل خانہ کے لئے وقت ضرور نکالیں

احادیث سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ورسالت اور اسلامی ریاست کے سربراہ ہونے کی گراں بہا ذمہ داریوں کے باوجود بھی اپنے گھر والوں کے لئے اور تفریح کے لئے وقت نکالتے تھے۔ دین کے کام کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھاسکے، گھر کے کام کاج میں ہاتھ نہ بٹاسکے یا تفریح نہ کرسکے۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضور اکرمؐ اپنی ساری بیویوں کو جمع کرکے ایک ساتھ کھانا کھاتے تھے، گفتگو کرتے تھے، ہنسی مذاق کرتے تھے، گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے تھے اور اپنے نواسوں کو جمع کرکے ان کے درمیان کشتی کرواتے تھے۔ یہ ساری چیزیں ہماری زندگی کا بھی حصہ ہونا چاہئیں۔ ہمیں اپنی ترجیحات میں اس بات کو بھی شامل کرنا چاہئے کہ ہمارا گھر بھی ہماری دعوت کا مرکز ہو۔ گھر والوں کی تربیت اور خوشی وتفریح انکا حق ہے۔ ہمارے والدین اگر زندہ ہیں تو ان کی خدمت کرکے جنت کما لینا ہماری ترجیحات کی فہرست میں لازماً شامل ہونا چاہئے۔

فارغ اوقات کا بہتر استعمال

روزمرہ کی زندگی میں بہت سارے اوقات ایسے آتے ہیں کہ جب ہم فارغ بیٹھے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ہم سفر میں ہوتے یا انتظار کررہے ہوتے ہیں یا کچھ بھی نہیں کررہے ہوتے۔ ان اوقات میں ہمیں اس بات کی عادت اپنالینی چاہئے کہ جب بھی ہم فارغ ہوں تو اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سارے کلمات بتائے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے اور اجر میں بہت بھاری ہیں۔ ان کلمات کو بار بار دہراتے رہیں۔ کثرت سے استغفار کریں۔ ایک ایک لحہ جو ہمارے پاس ہے وہ اللہ کے ذکر میں اور استغفار میں صرف ہوتو یہ وقت کا بہترین استعمال ہے۔ ہمارے وقت کا کوئی لحہ فارغ ہونے کی وجہ سے ضائع نہ ہو۔ حدیث سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ مومن کا ہر لحہ فارغ ہونے کی وجہ سے ضائع نہ ہو۔ حدیث سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ مومن کا

باقی صفحہ ۸ پر

اصل مسئلہ وقت کی کمی کا نہیں بلکہ ترجیحات کے تعین کا ہے۔ اگر ہم طے کرلیں کہ کون سی چیز یا کام ہماری پہلی ترجیح ہونی چاہئے۔ دوسری ترجیح کیا ہونی چاہئے، اور تیسری ترجیح کیا ہو، تو وقت کی کمی کا مسئلہ خود بخود حل ہوجائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ۲۳ سالہ نبوی زندگی میں کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن نہ پڑھا ہو اور دوسروں کو پڑھ کر نہ سنایا ہو۔ یہ ان کی زندگی کی ترجیح تھی اور ان کے صحابہؓ کی زندگی کی ترجیح تھی۔

اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بہ یک وقت ہمارے سامنے کئی کام ہوتے ہیں اور ہم انہیں ایک ساتھ کرنے کی کوشش کررہے ہوتے ہیں، اس کے نتیجے میں نہ صرف وقت ضائع ہوتا ہے بلکہ وہ کام بھی اچھی طرح سے پورا نہیں ہوپاتا۔ بہتر یہ ہے کہ اگر کئی کام ہمارے سامنے ہوں تو ہم اس کی ترجیحات طے کریں۔ ان میں سے جو سب سے زیادہ ضروری اور فوری ہو، اس کو مکمل کریں اور اس کے بعد دوسری ترجیح کا کام شروع کریں۔

ترکی کیلئے دین کے بغیر زندگی ناممکن ہے!

(ترکی چیف آف آرمی اسٹاف)

ترجمہ: مسعودالرحمن خان ندوی

ترکی چیف آف آرمی اسٹاف جنرل الکر باشبوغ نے اپنے سالانہ خطاب میں فوج کی طرف سے دین کے احترام پر زور دیتے ہوئے کہا ''دین کے بغیر ترکی کے لئے زندگی ممکن نہیں ہے۔'' نیز انہوں نے جمہوریت اور شہری اقتدار کے احترام کا بھی ذکر کیا، اس بیان پر ترکی کے صحافیوں کا تبصرہ تھا کہ یہ عدالت وتعمیر پارٹی کے ماتحت پیدا شدہ تبدیلیوں سے سازگاری کی کوشش ہے۔ جنرل نے مزید کہا ''فوجی ادارہ دین سے دشمنی نہیں رکھتا، اس لئے سیکولر ترکی کے موسس مصطفیٰ کمال اتاترک نے کہا ہے کہ دین کے بغیر امت کا استمرار ناممکن ہے، لہٰذا فوج کے لئے ہماری مسلم اکثریت والی قوم کی اقدار کا عدم احترام ناممکن ہے۔ اس طرح جنرل نے ۱۹۲۴ء میں سیکولر ترکی جمہوریہ کے قیام کے وقت سے قائم سوالوں خاص طور سے فوج اور شہریوں کے درمیان تعلق اور فوجی ادارہ کے دین، سیکولرازم اور اقلیات سے متعلق موقف پر کھل کر بات کی۔ اس خطاب کے موقع پر یہ بات بھی قابل توجہ تھی کہ اس میں ان صحافیوں کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی جو سیاسی زندگی میں فوج کی مداخلت اور اتاترکی سیکولرازم کی سخت مخالفت کے لئے معروف ہیں، جب کہ اس خطاب سے پہلے ان کو شرکت کی دعوت نہیں دی جاتی تھی اس لئے کہ فوج اس مخالفت کو ''ملک کے امن واستحکام اور فوج کی ہیبت (رعب داب) کے لئے خطرہ سمجھتی تھی۔

صحافی موممتاز یر ترکونی کے ترکی صحیفہ ''زمان'' میں خیال کے مطابق جنرل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فوج میں اس بات کی خواہش ہے کہ اندرونی سیاست میں ہونے والی تبدیلیوں خاص طور سے جمہوریت اور عدالت وانصاف کی روشنی میں جو مستقبل بن رہا ہے اس میں ان کو پیر جمانے کی ضمانت حاصل ہو، اس لئے کہ اردوغان کی قیادت میں حاکم پارٹی پبلک زندگی میں سیکولرازم کی حدت میں تخفیف اور سیاسی زندگی میں فوج کا قبضہ ڈھیلا کئے جانے کی کوششوں کے اشارے دیتی رہی ہے، ترکونی کی دلیل میں جنرل کی اس گفتگو کے لئے وقت کا انتخاب بھی اہم بتایا ہے اس لئے کہ آخری زمانہ میں اور جینیکون تنظیم سے تعلق کے شعبہ میں بڑے پیمانہ پر گرفتاریاں ہوئی ہیں جس پر پبلک زندگی میں دین کی گرفت میں اضافہ کے بہانے عدالت وتعمیر پارٹی کے خلاف فوج کے ریٹائرڈ افسران کی معاونت سے بغاوت کاالزام ہے۔ انہوں نے زور دے کر کہا: دین صرف افراد کی پرائیویٹ زندگی کا معاملہ نہیں بلکہ وہ سوسائٹی کے تمام عناصر کے ساتھ اپنی زندگی مستحکم طور پر مربوط کرنے کا نام ہے جن کو ان کی دینی اقدار کے ساتھ منظم ومرتب ہونا چاہئے، اور ان کو مدارس اور شہری سوسائٹی کی تنظیموں میں بھی ظاہر ہونا چاہئے، نیز فوج کو اہل وطن کی اجتماعی زندگی میں دین پر انگلی نہیں اٹھانا چاہئے کہ وہ جمہوریت کے خلاف دھمکی ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ جمہوریت کی علامتوں میں سے اس کی ایک نشانی ہے۔

حریت ڈیلی نیوز کے محمد علی برنارڈ نے مذکورہ تبصرہ کے برعکس جنرل کے خطاب کی اہمیت کم کرتے ہوئے لکھا کہ لوگوں کو امید تھی کہ ''وہ فوج اور شہریوں کے مابین نئے صفحہ کے کھولنے کا اشارہ دیں گے، مگر ان کی توقعات پوری نہیں ہوئیں، اس لئے کہ جنرل نے کوئی وعدہ کیا نہ کوئی ایسا اشارہ دیا کہ وہ دین اور شہری اقتدار کو عزت واحترام کرتے ہیں، ان کا مقصد تو صرف پبلک زندگی میں فوج کے مقام ومرتبہ کی حفاظت اور اس کے خلاف الزامات کا ازالہ تھا، اس لئے کہ انہوں ترکی فوج کے مقام کی انفرادیت اور سوسائٹی میں استقرار واستحکام کی حفاظت میں اس کے رہنمایانہ کردار پر بہت زیادہ تفصیل سے بات کی تھی، مثبت پہلو بس یہی ہے کہ انہوں نے عادت کے مطابق سوسائٹی کے خلاف فوج کا ڈنڈا نہیں لہرایا بلکہ انہوں نے فوجی ادارہ کو اس کے نئے حجم میں ہی رکھا جو عدالت وتعمیر پارٹی حکومت کے بعد کی سیاسی تبدیلیوں میں اس کو ملا ہے۔ (ہفتہ وار الامان، بیروت، شمارہ ۸۵۴، ۲۴ راپریل ۲۰۰۹ء، ص:۸)

دعوت

۲۲ رمئی ۲۰۰۹ء

امن واستحکام کی ضمانت

سری لنکا کی حکومت نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس کی فوج نے تامل باغیوں کی طاقت ختم کردی ہے۔ اس نے ان کے آخری گڑھ پر بھی قبضہ کرلیا ہے۔ وہ یہ بھی دعویٰ کررہی ہے کہ اس نے ایل ٹی ٹی ای کے سرغنہ ویلو پلائی پربھاکرن سمیت تمام بڑے لیڈروں کا خاتمہ کردیا ہے۔ یوں تیس برس سے جاری خانہ جنگی بھی ختم ہوگئی ہے۔ اس کو ایک دور کا خاتمہ اور ایک نئے دور کا آغاز کہا جارہا ہے۔ سری لنکا کے صدر مہندرا راج پکشے نے وزیرخارجہ پرنب مکھرجی کے ساتھ ٹیلیفون پر بات چیت کے دوران یہ خبر دی کہ پربھاکرن مارا جاچکا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کے تمام بڑے اور اہم ساتھیوں کو بھی ختم کردیا گیا ہے۔ حکومت ہند نے اپنے موقف کا اعادہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اب جبکہ سری لنکا کو اپنے بہت بڑی مصیبت سے نجات مل گئی ہے اسے تاملوں کے مسئلے پر توجہ دینی چاہئے اور آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے ان کے مسئلے کا حل نکالنا چاہئے۔ حکومت ہند کا ابتداء سے یہ موقف رہا ہے کہ وہ سری لنکا کی تقسیم نہیں چاہتا۔ نسلی بنیاد پر اسے بانٹنے کی جو کوششیں ہورہی تھیں اس کی تائید بھی ہندوستان کی جانب سے نہیں کی جاسکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے کبھی علیحدگی پسند تحریک کی حمایت نہیں کی۔ حالانکہ اس کی وجہ سے ملک کی داخلی سیاست میں ایک ہلچل بھی رہی کیونکہ تامل ناڈو کی بعض سیاسی جماعتوں کی سوچ ایل ٹی ٹی ای والوں کی سوچ سے ملتی جلتی تھی اور سری لنکا کے تمل باشندوں کے تئیں تامل ناڈو کے لوگوں میں ہمدردی کے جذبات کا پایا جانا ایک فطری امر تھا۔ لیکن ہندوستان کی سرکاری پالیسی کبھی بھی سری لنکا کو تقسیم کرنے کی نہیں رہی، بلکہ اس نے تو ایل ٹی ٹی ای کا زور توڑنے میں سری لنکا کی حکومت کا ساتھ ہی دیا۔ جس کا اسے بڑی بھاری قیمت چکانی پڑی۔ یاد رہے کہ آنجہانی راجیو گاندھی کے قتل میں ایل ٹی ٹی ای کا ہاتھ تھا۔

تیس سال سے سری لنکا میں جو خون خرابہ جاری تھا اس نے ہزاروں معصوم لوگوں کی جانیں گئیں، جن میں تامل باشندے بھی شامل ہیں اور دوسرے لوگ بھی ہیں۔ اسی دوران متعدد سیاسی قتل بھی ہوئے۔ ہزاروں کی تعداد میں سری لنکا کی فوج بھی کام آئے، سرکاری اور نجی املاک کو جو نقصان پہنچا اس کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں ہے۔ اس سے ملکی معیشت جس بری طرح متاثر ہوئی وہ بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ بیرونی عناصر نے بھی اس میں خوب خوب دلچسپی لی۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ایل ٹی ٹی ای نہ صرف ایک جنگجو تنظیم بن گئی بلکہ اس کی طاقت میں اتنا اضافہ ہوگیا کہ اس نے ملک کے بہت بڑے علاقے پر اپنا کنٹرول کرلیا۔ اس کے پاس جو جنگی ساز وسامان تھا وہ بھی غیرمعمولی تھا۔ وہ دنیا کی ایک ایسی دہشت گرد تنظیم تھی جس کے پاس اپنی بحریہ تھی اور فضائی طاقت بھی کچھ کم نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے سری لنکا کی فوج کے دانت کھٹے کردیئے تھے اور ایک عرصے تک اس کا پلڑا بھاری تھا۔ لیکن جب سے امریکہ نے اسے ایک دہشت گرد تنظیم قرار دیا۔ اس کا زور ٹوٹنے لگا، اس دوران ہندوستان سمیت دنیا کے متعدد ملکوں نے اس مسئلے کو بات چیت کے ذریعے حل کرانے کی کوششیں کیں مگر ایل ٹی ٹی ای کی خودسری کا یہ حال تھا کہ اس نے کسی ایک کی نہیں سنی، مگر پچھلے چند برسوں کے دوران حالات تبدیل ہوئے اور سری لنکا کی حکومت کے موقف میں اور اس کی پوزیشن میں بھی قدرے استحکام آیا اور اس نے تمام راستے اختیار کرلینے اور ان کے ناکام ہوجانے کے بعد واحد بچ جانے والے راستے کو اپنایا اور اس معاملے میں کسی کو بھی خاطر میں نہ لانے کا عزم کیا جس پر وہ آخر تک قائم رہی۔ اب جبکہ اس نے ایک مشکل معاملہ حل کرلیا ہے اسے اپنے تامل باغیوں کی جائز شکایتیں دور کرنے اور انہیں ان کے سارے حقوق دینے کا انتظام کرنا چاہئے تاکہ دوبارہ اس قسم کا رجحان نہ پنپ سکے، کیونکہ مفاہمت کا راستہ ہی امن واستحکام کا ضامن ہے۔

اقتدار کا خواب دیکھنے والی پارٹی کی یہ حالت غور طلب ہے

نشستوں کے ساتھ ووٹوں کا تناسب کم ہونا کافی اہمیت رکھتا ہے۔ پارٹی اپنے طور پر دعوے خواہ کچھ کرے وہ زوال کی طرف بڑھ رہی ہے

پندرہویں لوک سبھا کیلئے ہوئے انتخابات میں سب سے زیادہ شرمندگی کسی پارٹی کو اٹھانی پڑی ہے تو وہ بی جے پی ہے، کہاں وہ مرکزی اقتدار کا خواب دیکھ رہی تھی۔ انتخابات ختم ہونے کے بعد شائع ایگزٹ پول کے بعد تو وہ یہ سمجھنے لگی تھی کہ وہ اقتدار کی دہلیز پر پہنچ گئی ہے۔ اس نے حکومت سازی کے لئے کوششیں بھی شروع کردی تھیں لیکن جیسے ہی ووٹوں کی گنتی شروع ہوئی اور نتائج نکلنے لگے اس کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی۔ وزیراعظم بننے کا خواب دیکھنے والے مسٹر ایل کے آڈوانی اس قدر مایوس ہوگئے کہ انھوں نے اپوزیشن لیڈر بننے سے بھی انکار کردیا اور سرگرم سیاست سے کنارہ کشی کا اشارہ دے دیا۔ پارٹی کے دباؤ کے بعد وہ کسی طرح اپوزیشن لیڈر بننے کے لئے تیار تو ہوگئے لیکن پارٹی کو جو رسوائی اٹھانی پڑی ہے۔ پارٹی کے رہنما کافی پریشان ہیں۔

پارٹی نے سوچا بھی نہیں ہوگا کہ پارلیمانی انتخابات میں اس کی ایسی حالت ہوگی۔ نشستیں تو کم ہوئیں ووٹ کا تناسب بھی تین فیصد گرگیا، کچھ حلیف پارٹیاں تو الیکشن سے پہلے ہی بی جے پی کی سربراہی والے این ڈی اے سے دور ہوگئی تھیں۔ جو رہ گئی تھیں یا نئی حلیف بنی تھیں الیکشن کے بعد این ڈی اے میں اپنا مستقبل محفوظ نہ دیکھ کر کنارہ کشی کے بارے میں سوچ رہی ہیں۔ بی جے پی کے لئے سب سے پریشانی کی بات یہ ہے کہ وہ مرکزی اقتدار کا خواب تو دیکھ رہی ہے لیکن وہ تین مرکز کے زیرانتظام علاقوں پانڈیچری، لکشدیپ اور راجدھانی دہلی سمیت ۱۶ ریاستوں میں اپنا کھاتہ تک نہیں کھول سکی اور وہ ریاستیں ہیں: آندھرا پردیش، اروناچل پردیش، ہریانہ، جموں وکشمیر، کیرلا، منی پور، میگھالیہ، میزورم، ناگالینڈ، اڑیسہ، سکم، تملناڈو، تریپورہ، اتراکھنڈ، دہلی، لکشدیپ اور پانڈیچری ہیں۔ اگر ان میں پنجاب اور مغربی بنگال کو شامل کرلیا جائے جہاں سے پارٹی کو ایک ایک نشست ملی تو ایسی ریاستوں کی تعداد اٹھارہ ہوجائے گی۔ یہ معمولی بات نہیں ہے کہ مرکزی اقتدار کا خواب دیکھنے والی بی جے پی کی موجودگی اٹھارہ ریاستوں میں برائے نام ہے جہاں سے پونے دو سو نشستیں ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ ملک کے جنوبی اور مشرقی علاقوں میں پارٹی اپنی موجودگی ابھی تک ثابت کرنے سے قاصر ہے۔ ملک کی راجدھانی دہلی اور صنعتی راجدھانی ممبئی دونوں اس کے ہاتھوں سے نکل چکے ہیں۔ دونوں شہروں کی تیرہ میں سے ایک بھی نشست بی جے پی کو نہیں ملی بلکہ ملک کے سارے میٹروپولیٹن شہر میں اس کی کارکردگی نہایت مایوس کن رہی۔

چودہویں لوک سبھا انتخابات کے بعد پارٹی کی حالت پھر بھی کچھ غنیمت تھی، اس بار تو اس کی حالت اور بھی بری ہے۔ تاویل اور صفائی پیش کرنے کیلئے پارٹی کے پاس کچھ رہا ہی نہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ پارٹی کو ہر ریاست میں حتیٰ کہ اپنی حکومت والی ریاستوں میں بھی سخت مایوسی ہوئی۔ اس کے تمام حربے ناکام ثابت ہوئے۔ پارٹی کے لئے صرف اطمینان کی بات یہ ہے کہ اس کے سینئر رہنما نہیں ہارے ورنہ اور بھی خفت اٹھانی پڑتی۔ نشستیں کم ہونے سے زیادہ پارٹی کے لئے تشویش کی بات یہ ہے کہ اس کے ووٹوں کے تناسب میں تقریباً تین فیصد کمی آگئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ عوام میں پارٹی کی مقبولیت کم ہورہی ہے اور لوگ پارٹی کے پروگرام و پالیسی خصوصاً ہندتو اور متنازعہ ایشوز کو پسند نہیں کررہے ہیں۔ وہ فلاحی پروگرام چاہتے ہیں جسے پارٹی عموماً نظرانداز کردیتی ہے اور نام نہاد ہندتو کے نعرے کو کلیدی پالیسی بناتی ہے۔

لوک سبھا انتخابات کے نتائج خصوصاً اڑیسہ کے نتائج نے ظاہر کردیا کہ لوگ پارٹی کے پروگرام اور پالیسی میں تبدیلی چاہتے ہیں اور صرف اکثریتی فرقے کی سیاست اور اقلیتوں کو نظرانداز کرنے کی پالیسی کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ اگر اب بھی پارٹی نے اپنی اصلاح نہیں کی تو مستقبل میں اور بھی بری حالت ہوگی۔ پارٹی کو یہ زوال اسی مقام پر پہنچادے گا جہاں سے یہ آگے بڑھی تھی اور مرکزی اقتدار تک پہنچی تھی۔ پارٹی کو اس پہلو سے سنجیدگی سے سوچنا ہوگا کہ عوام کیا چاہتے ہیں اور ان کی خوشنودی کے حصول کیلئے کیا کرنا چاہئے۔ ابھی تو صرف مسٹر آڈوانی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوا ہے۔ دوسری صف کے رہنما بھی اپنا خواب پورا نہیں کرسکیں گے۔ ●●

انتشار کی طرف نہیں ملک کے استحکام کی طرف قدم بڑھائیے

پندرہویں لوک سبھا کے الیکشن کے بعد ووٹوں کی گنتی سے عین ایک روز قبل بہار کے وزیراعلیٰ نتیش کمار نے کہا کہ بہار کی سیاسی پارٹیوں کو ریاست کیلئے خصوصی درجہ اور (اسپیشل اسٹیٹس) کا مطالبہ کرنا چاہئے اور سنٹر میں کوئی بھی سرکار بنائے اس کی حمایت کیلئے اس کو شرط قرار دینا چاہئے۔ انھوں نے یہ بات ایک کتاب کی رونمائی تقریب کے موقع پر کہی۔ اسپیشل کٹیگری اسٹیٹس۔ اے کیس فار بہار نامی کتاب ایشین ڈیولپمنٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے شائع کی ہے۔ وزیراعلیٰ بہار نے کتاب میں بیان کئے گئے خیالات کی تائید کی۔ یاد رہے کہ ملک میں اب تک ۱۱ ریاستوں کو خصوصی درجہ حاصل ہے۔ جموں وکشمیر کو یہ درجہ دستور کے آرٹیکل ۳۷۰ کے تحت سب سے الگ دیا گیا ہے اس کے علاوہ آرٹیکل ۳۷۱ کے تحت مہاراشٹر و گجرات کو ۳۷۱ اے کے تحت ناگالینڈ کو ۳۷۱ بی کے تحت آسام کو، ۳۷۱ سی کے تحت منی پور کو۔ ۳۷۱ ڈی کے تحت آندھرا پردیش کو ۳۷۱ ایف کے تحت سکم کو ۳۷۱ جی کے تحت میزورم کو، ۳۷۱ ایچ کے تحت اروناچل پردیش کو اور ۳۷۱ آئی کے تحت گوا کو خصوصی درجہ حاصل ہے۔ اتنا ہی نہیں آرٹیکل ۲۴۴(۲) اور ۲۷۵ (۱) کے تحت آسام، میگھالیہ، تریپورہ اور میزورم ریاستوں میں قبائلی علاقوں میں خودمختار اضلاع اور خودمختار ریجن کا درجہ بھی حاصل ہے۔ ہماچل پردیش اور اتراکھنڈ کو بھی الگ سے خصوصی درجہ دیا گیا ہے۔

خصوصی درجہ حاصل ہونے پر دوسری باتوں کے علاوہ ریاستوں کو سنٹرل امداد ۹۰ فیصد گرانٹ اور دس فیصد لون کی شکل میں ملتی ہے۔ جبکہ دوسری ریاستوں کو یہ امداد ۷۰ : ۳۰ یا ۶۰ : ۴۰ کی شرح سے حاصل ہوتی ہے۔ انہیں انڈسٹری قائم کرنے کے لئے ایکسائز ڈیوٹی سے سو فیصد استثنا انکم ٹیکس سے پانچ سال کے لئے سو فیصد اور اگلے پانچ سال کے لئے تیس فیصد استثنا حاصل ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ زراعت اور گورنمنٹ اسکیموں میں سبسڈی ملتی ہے جہاں تک بہار کا تعلق ہے اس کے لئے زبردست بجٹ دیا جاتا رہا ہے۔ نتیش کمار کے اس مطالبے کے بعد باقی ریاستوں کی طرف سے بہار پر سرکاری سرمایہ کا غلط استعمال کا اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے دوسری ریاستوں کو بھی اس طرح خصوصی درجہ کا مطالبہ زوروشور سے کیا جانے لگا ہے۔

نتیش کمار اس مطالبے سے چند روز قبل پارلیمانی الیکشن کے آخری مرحلے کے ایک اجلاس میں پنجاب، گجرات کے وزیراعلیٰ نریندر مودی کے ساتھ ایک اسٹیج پر بیٹھے تھے اور ان سے ہاتھ بھی ملایا تھا جبکہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کی غرض سے بی جے پی کی سربراہی والے اتحاد این ڈی اے میں شمولیت کے باوجود مودی کے ساتھ کسی اسٹیج پر بیٹھنے اور ان سے ہاتھ ملانے سے احتراز کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے اپنی حلف برداری تقریب میں بھی مودی کو شامل نہیں ہونے دیا تھا اور حالیہ الیکشن میں ان کو بہار میں انتخابی مہم میں شامل نہیں ہونے دیا تھا۔ ان حالات میں الیکشن کے آخری مرحلے میں پنجاب میں ایک اسٹیج پر بیٹھنے اور ہاتھ ملانے پر میڈیا نے ان کی مودی مخالف سوچ کا تجزیہ کرنا شروع کردیا تھا۔ تب انھوں نے نیا شوشہ چھوڑ کر مسئلے سے توجہ ہٹانے کی کوشش کی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ان کے شوشے پر مرکزی اقتدار پر جو پارٹیاں نظریں جمائے ہوئے تھیں انھوں نے کسی مخالفانہ ردعمل کا اظہار یا منفی تنقید کرنے کی بجائے بڑھ چڑھ کر اس کی حمایت اور پیشکشوں کا سلسلہ شروع کردیا جو بی جے پی جموں وکشمیر سے متعلق آرٹیکل ۳۷۰ کو ختم کرانے کو اپنا مقصد حیات بنائے ہوئے ہے اس کے ایک سینئر لیڈر اور سابق صدر ایم وینکیا نائیڈو نے کہا: "ہم جنتادل یو کے اس مطالبے کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ انڈین ایکسپریس (۱۹ رمئی) کے مطابق کانگریس کے ایک سینئر لیڈر نے کہا نتیش جانتے ہیں کہ اس مطالبے کی نہ بی جے پی مخالفت کرے گی اور نہ ہی دوسری حریف پارٹیاں مخالفت کریں گی۔ اس لئے وہ حالات کا اندازہ کررہے ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ دستور میں تمام شہریوں کے ساتھ یکساں سلوک کی گارنٹی دی گئی ہے اور کسی کے ساتھ کوئی امتیاز نہ کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ پھر آئین، دستور اور قانون پر عمل کرتے ہوئے مرکز اور دوسری حکومتیں اور ادارے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے خود سب کے ساتھ یکساں سلوک کیوں نہیں کرتے۔ اگر مطالبات جائز ہیں تو مطالبہ کرنے، اس کے لئے تحریک چلانے، توڑ پھوڑ، آتش زنی، احتجاج، مظاہروں اور لڑائی جھگڑوں وغیرہ کا انتظار کیوں کیا جاتا ہے۔ کچھ ریاستوں کو خصوصی درجہ دیا گیا باقی کو نہیں دیا گیا۔ یہ عدم امتیاز، غیرجانبداری اور عدل وانصاف کس طرح کہا جاسکتا ہے۔ امتیاز اور جانبداری پر مبنی قوانین کا بنانا ہی خود نہ صرف عدل وانصاف کے ساتھ کھلواڑ ہے بلکہ قانون شکنی اور قانون کے ساتھ مذاق ہے۔ بہار کے بعد جھارکھنڈ، اڑیسہ اور چھتیس گڑھ کی طرف سے بھی اسی طرح کے مطالبات کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ کیوں نہ قومی سطح پر ایک پالیسی بناکر سب کیلئے ایک پیمانہ مقرر کردیا جائے اور بغیر چھین جھپٹ لڑائی جھگڑے اور ٹال مٹول کے سب کو یکساں حقوق، مواقع اور حقوق دیئے جائیں۔ بصورت دیگر ملک میں انتشار اور بے چینی کا ماحول بڑھتا جاتا ہے۔ ملک کو انتشار کی طرف نہیں استحکام کی طرف لے کر چلنے کی ضرورت ہے۔ ●●

پاکستان میں فوجی کارروائی امریکی پالیسی کا نتیجہ؟

محمد احمد کاظمی

پاکستان کے شمال مغربی علاقے سوات بنیر اور دیگر مقامی شہریوں کی نقل مکانی کی خبریں تشویشناک ہیں۔ جنرل پرویز مشرف کے دور اقتدار میں ان علاقوں میں جب افغانستان سے ناٹو فوج میں شامل امریکی افواج ہوائی حملے کرتی تھیں تب اس وقت کی حکومت ان خبروں کی تائید نہیں کرتی تھی بلکہ ان خبروں کو عوام کے سامنے لانے سے روکا جاتا تھا۔ اب صورتحال یہ ہے کہ پاکستان کے صدر آصف علی زرداری امریکی صدر کی دعوت پر افغانستان کے صدر حامد کرزئی کے ساتھ مذاکرات کے دوران ان فوجی کارروائیوں کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کوشش کررہے ہیں کہ ان کے ملک کو امریکی امداد زیادہ سے زیادہ مل سکے۔ آخری خبریں ملنے تک پاکستان کے صدر امریکی انتظامیہ کے سامنے دہشت گردی مخالف سرگرمیوں کی تفصیل دے کر ۱ء۹ ارب ڈالر کی فوری امداد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

تازہ اطلاعات کے مطابق پاکستان کے صدر آصف علی زرداری نے امریکی حکام اور میڈیا کو بتایا ہے کہ ان کی حکومت نے شمال مغربی علاقوں میں شورش پسندوں کو کچلنے کے لئے ہندوستان سے متصل سرحدوں سے مزید فوجیں ہٹالی ہیں اور اگر ضرورت پڑی تو وہ اپنی مشرقی سرحد سے مزید افواج کو ہٹاکر شمال مغربی علاقوں میں تعینات کریں گے۔

پاکستان کے صدر واشنگٹن پوسٹ اخبار کے مدیران سے تبادلہ خیال کررہے تھے۔ واضح رہے کہ اب سے پہلے بھی امریکہ پاکستان سے طالبان مخالف کارروائی کے لئے ہندوستانی سرحد سے فوجیں کم کرنے کی وکالت کرتا رہا ہے۔

پاکستان کے شمال مغربی قبائلی علاقوں میں امریکہ اور پاکستان کی حکومتیں طالبان دہشت گردوں کی موجودگی کی بات کہتی رہی ہیں۔ اب افغانستان کی حامد کرزئی حکومت کی سرگرم حصہ داری سے پاکستان میں طالبان کے خاتمے کے امکانات قوی ہوگئے ہیں۔ اب سے پہلے افغانستان حکومت پاکستان پر الزام لگاتی رہی ہے کہ وہ اپنی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی کے ذریعہ افغانستان میں دہشت گردی کی سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ حامد کرزئی اور آصف زرداری کی واشنگٹن میں صدر اوباما کے ساتھ ملاقات کے بعد دونوں پڑوسی ممالک کے درمیان تجارتی تعلقات بحال کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے۔ ماہرین کے مطابق اگر پاکستان اور افغانستان کے درمیان زمینی تجارتی راستے کھلتے ہیں تو اس کا فائدہ ہندوستان کو بھی ملنے کے امکان ہیں۔

واضح رہے کہ ۲۰۰۱ء میں افغانستان میں طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد وہاں ہندوستان کا سرگرم تعاون بڑھا تھا۔ ہندوستان نے ایران کے بندرعباس اور چاہ بہار کے راستے تجارت میں اضافہ کیا تھا۔ اس وقت ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کشیدگی کی وجہ سے فضائی سرحدیں بھی ایک دوسرے طیاروں کیلئے بند تھیں۔ اس وقت ہندوستان نے دہلی سے کابل کے درمیان فضائی رابطہ بحال رکھنے کیلئے افغانستان کی اہریان ہوائی کمپنی کو کچھ طیارے ہدیہ کے طور پر دئے تھے۔ ان ہندوستانی طیاروں پر اہریان افغان ایئرلائن کا رنگ اور پرچم بناکر دہلی اور کابل کے درمیان براہ راست پروازیں جاری رکھی گئی تھیں۔ اب البتہ حالات میں تبدیلی آئی ہے۔ اب پاکستان اور ہندوستان دونوں ملکوں کے امریکہ سے نزدیکی تعلقات ہونے کی وجہ سے امکان ہے کہ ان پڑوسی ممالک کے درمیان کشیدگی کی سطح میں اضافہ نہ ہو۔ پاکستانی حکومت کے ذریعہ ہندوستانی سرحد سے فوجیں کم کرنے کے فیصلے سے قبل اسلام آباد نے نئی دہلی سے ضرور رابطہ کیا ہوگا ورنہ یہ پاکستان کیلئے بڑا فیصلہ تھا۔

دوسری طرف نئی دہلی میں پاکستان میں ہونے والے تازہ واقعات پر تشویش ہے۔ ہندوستانی حکومت نے اب سے پہلے بھی دبے الفاظ میں شبہ ظاہر کیا تھا کہ اگر ہندوستان۔ پاکستان سرحد پر فوجیوں کی تعداد کم ہوتی ہے تو طالبان اور اپنے ہی دوسرے عناصر ہندوستان کی سرزمین پر تباہی مچانے والے بڑے دہشت گردانہ حملوں میں ملوث ہوسکتے ہیں۔ پاکستان نے گزشتہ چند برسوں میں مسئلہ کشمیر کو بین الاقوامی اداروں میں ہندوستان کے خلاف ماحول بنانے کے لئے استعمال بھی کم کررہا ہے۔ البتہ پاکستان نے اب تک جن دہشت گردی کی پرورش کی ہے وہ پاکستانی حکومت کا ہر مشورہ مان لیں یہ ضروری نہیں ہے۔

گزشتہ تقریباً تین دہائیوں میں کئی ایسی مثالیں سامنے آئی ہیں کہ جس ملک نے بھی دہشت گردوں کو اپنے دشمن کے خلاف سرپرستی کی ہے بعد میں وہی دہشت گرد اپنے محسن کے خلاف سرگرم ہوئے ہیں۔ امریکہ نے عراق کے سابق صدر صدام حسین کے ذریعہ ایران کے اسلامی انقلاب کو ناکام بنانے کے لئے اس کے خلاف جنگ شروع کرائی اور اس عمل کے دوران صدام حسین کو پوری مالی اور فوجی مدد دی گئی وہ دور امریکہ اور صدام کے درمیان بہترین تعلقات کا دور تھا۔ بعد میں اس کا کیا انجام ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ تقریباً اسی دور میں افغانستان پر سوویت یونین کے فوجی قبضے کو ختم کرانے کے لئے امریکہ نے سعودی عرب کے ذریعہ پاکستان کے راستے روس مخالف مجاہدین کو دولت اور ہتھیار کی پوری مدد دی لیکن افغانستان سے سوویت افواج کے انخلاء کے بعد امریکہ سعودی عرب اور پاکستان کی حکومتوں نے مجاہدین کو امداد دینا بند کردیا۔ ان نام نہاد مجاہدین کے پاس پہلے ہی بڑی مقدار میں اسلحہ موجود تھا۔ انہوں نے طالبان اور القاعدہ تنظیمیں قائم کرلیں اور اب وہی "مجاہدین" امریکہ کی نظر میں دہشت گرد ہیں۔ ایسی ہی ایک مثال ہندوستان اور سری لنکا کے درمیان پائی جاتی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اندرا گاندھی کی حکومت نے سری لنکا میں الگ تمل ریاست قائم کرنے کے لئے ایل ٹی ٹی ای کو فوجی امداد اور تربیت دی تھی بعد میں راجیو گاندھی کے دور حکومت میں ہندوستان نے تمل ٹائیگرس کو کچلنے میں سری لنکا حکومت کی مدد کے لئے فوجیں بھیجیں۔ اس وقت ہندستانی فوجی حکام کا کہنا تھا کہ تمل ٹائیگرس کے خلاف جنگ جیتنا مشکل ہے کیونکہ ان کے پاس بھی ہندوستانی اسلحہ ہے۔ اور وہ ہندوستانی افواج کی تیاریوں کی تفصیلات سے آگاہ ہیں۔ راجیو گاندھی کا قتل بھی ملک کی پالیسی میں بڑی تبدیلی کی وجہ سے ہوا۔ اس عمل میں ٹائیگرس کے شریک ہونے کے ثبوت موجود ہیں۔

بہرحال پاکستان کے موجودہ دھماکہ خیز حالات کب قابو میں ہوں گے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک کی پالیسی میں لمبے عرصے تک یکسانیت نہیں رہتی۔ چند ماہ قبل ہی امریکی حکام نے افغانستان میں فوجی ناکامی کے خوف کی بناپر طالبان پر براہ راست مذاکرات اور انہیں حکومت میں شامل کرنے کی تجویز رکھی تھی۔ عراق میں صدام حکومت کا تختہ پلٹنے کے بعد پاکستانی عوام امریکہ کی جانب سے ممکنہ فوجی کارروائی سے خوفزدہ تھے۔ اس وقت جنرل پرویز مشرف نے دہشت گردی مخالف جنگ میں امریکہ کا ساتھ دے کر ملک کو بربادی سے بچالیا تھا لیکن اب حالات کافی شدت اختیار کرگئے ہیں اس بربادی کا جال کس طرح پھیلایا گیا یہ قابل غور موضوع ہے۔

امریکہ نے پاکستان میں جس طرح شدت پسندی میں اضافہ کیا اور بعد میں جب اس بیماری نے ناسور کی شکل اختیار کرلی تب "فوجی آپریشن" کا فیصلہ لیا جارہا ہے۔ اگر امریکہ خطے کے عوام کی واقعی فکر تھی تو اپنی ضرورت کے وقت سوویت یونین کو افغانستان سے نکالنے میں انہیں استعمال نہ کیا جاتا بلکہ کوئی پرامن راستہ اختیار کرنے کی ضرورت تھی۔ دنیا کو یہ غور کرنا ہوگا کہ امریکہ کی تباہی کی چکی کو آخر کب تک ایندھن فراہم کیا جاتا رہے گا اور کب تک انسانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کی اجازت دی جاتی رہے گی۔ ●●

یوپی اے کی واضح کامیابی باعث اطمینان / جماعت اسلامی ہند

نئی دہلی۔ جماعت اسلامی ہند نے پارلیمانی انتخابات کے نتائج اور یوپی اے کی سب سے بڑی پارلیمانی گروپ کی حیثیت سے کامیابی کو ملک اور اہل ملک کے لئے باعث اطمینان وتسلی اور فسطائیت و فرقہ پرستی کو اپنی سیاست کی بنیاد بنانے والوں کی شکست فاش کو ملک کے سنجیدہ عوام کے لئے راحت کا سبب قرار دیا ہے۔

جماعت نے اس احساس کا اظہار کیا کہ ہندوستانی عوام کی خدمت کا یوپی اے کو ایک بار اور جو موقع ملا ہے، امید ہے وہ اس کا حق ادا کرے گا۔ جماعت کے سکریٹری جنرل جناب نصرت علی نے ۱۹ رمئی کو ایک بیان میں فرمایا کہ کانگریس پارٹی کی قیادت میں قائم ہونے والی مرکزی حکومت کے لئے جہاں ملک کی تعمیر وترقی کے لئے زیادہ یکسوئی سے کام کرنے کا موقع ہوگا وہیں اقلیتوں، بالخصوص مسلمانوں سے اب تک کئے گئے وعدوں کی تکمیل اور ان کو تعلیمی، معاشی اور معاشرتی طور پر اونچا اٹھانے کے لئے عملی اقدامات میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔ آپ نے اس توقع کا بھی اظہار کیا کہ مرکزی وزارت اقلیتی امور کو زیادہ فعال اور کارکرد بنایا جائے گا تاکہ اس کے توسط سے سچر کمیٹی کی سفارشات، وزیراعظم کے پندرہ نکاتی پروگرام اور اقلیتوں کے لئے دیگر منصوبوں پر مکمل و موثر عمل درآمد ہوسکے۔

جناب نصرت علی نے یہ امید بھی ظاہر کی کہ دہشت گردی کے نام پر غلط اور فرضی مقدمات میں گرفتار اور ظلم وزیادتی کا شکار ہزاروں مسلم نوجوانوں کو حکومت انصاف فراہم کرے گی اور انہیں بلاتاخیر رہا کرکے ان کو معاشی طور پر بحال کرے گی تاکہ سالہا سال سے ان کے ساتھ جو زیادتیاں ہوئی ہیں ان کی تلافی ہوسکے۔ قیم جماعت نے نئے اعتماد کے ساتھ ملک کی زمام کار سنبھالنے جارہی نئی حکومت کو یہ خیرخواہانہ مشورہ بھی دیا کہ وہ اخلاقی طور پر پستی کی جانب مائل ملکی معاشرے کو اباحیت، عریانیت، نشہ خوری جیسی خرابیوں اور بگاڑ سے پاک کرنے، نیز مختلف پہلوؤں سے بہتر سماج کی تعمیر کے لئے بھی مؤثر اقدامات کرے۔ اگر حکومت ان مثبت، تعمیری اور فلاحی مقاصد کے لئے منصوبہ بندی کرے تو یقین ہے کہ ملک کے طول وعرض میں ان مقاصد کو پیش نظر رکھنے والی بہت سی تنظیموں، گروپس اور خیرپسند عوام کی بڑی تعداد کی اس کو مکمل تائید وحمایت حاصل ہوگی۔

فکر معاصر

مفاہمت کی ضرورت

عالم عیسائیت کے مذہبی پیشوا پوپ بینڈیکٹ ان دنوں مشرق وسطیٰ کے دورے پر ہیں۔ اردن میں انہوں نے کہا ہے کہ عالم اسلام، عیسائیت اور یہودیوں میں مذاکرات ہونے چاہئیں جن میں مذاہب کے تعلق سے پیدا شدہ غلط فہمیوں کو دور کیا جانا چاہیے۔ پوپ بینڈیکٹ نے اس سے پہلے مذہب اسلام کے بارے میں انتہائی قابل اعتراض باتیں کہی تھیں۔ بعد میں انہوں نے اس پر معافی تو نہیں چاہی البتہ اظہار تاسف کیا تھا۔ عالم سالام اس وقت جس حالت میں ہے اس کی جو فوجی وصنعتی طاقت ہے وہ کسی بھی عقیدے کے لوگوں کے لیے قطعی کوئی خطرہ نہیں ہے حالانکہ تیل کی دولت سے مالامال عرب ممالک دنیا کی بڑی معاشی طاقت ہیں۔ اس کے باوجود ان ممالک یا دنیا کے دیگر مسلم ممالک نے بھی امن عالم کے لیے کبھی خطرات پیدا نہیں کیے۔ یہودیت، عیسائیت او راسلام کے درمیان جن مذاکرات کا مشورہ پوپ بینڈیکٹ دے رہے ہیں وہ یقیناً اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے لیکن ان تینوں عقائد کو ایک ہی صف میں نہیں کھڑا کیا جاسکتا۔ ان تینوں میں یہودیت امن عالم کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ مشرق وسطیٰ میں پائیدار امن کے قیام کے لیے اسرائیل کی ازلی جارحیت اور اس کی مذہبی فرقہ پرستی کا لگام دینے کی ضرورت ہے اسرائیل ہی دنیا میں امن کے قیام کے لیے سب سے بڑا خطرہ بن گیا ہے۔ یہ خطرہ اتنا زیادہ ہے کہ یہودیت کے ظلم وستم کے آگے اسلامی ممالک اور بالخصوص عرب ممالک بے بس ہوکر رہ گئے ہیں۔ اسرائیل اور عربوں کے درمیان جو حالات اس وقت پائے جاتے ہیں وہ ”ظالم ومظلوم“ کے حالات ہیں۔ اسرائیل ظالم ہے اور عالم عرب مظلوم ہے۔ نہ صرف عالم عرب بلکہ خلیجی ممالک اور ایران کو بھی اسی اسرائیل کو اس کی اپنی حد بتادیں۔ ظالم ومظلوم کو حقیقت میں مظلوم نہ سمجھا جائے تب تک کوئی مفاہمت نہیں ہوسکتی۔ پوپ بینڈیکٹ کا کہنا ہے کہ اسلام کے لئے ان کے دل میں بڑا احترام ہے۔ یقیناً ایک اور بڑے مذہب کے پیشوا کی حیثیت سے ان کا یہ جذبہ ہوگا لیکن جب بات بین المذاہب مفاہمت کی ہو تب پوپ جیسی عظیم منصب پر فائز شخصیت کو اور زیادہ احتیاط کے ساتھ کام کرنا چاہئے۔ جہاں تک عیسائیت کا تعلق ہے سارے عیسائی ممالک میں یہ بے بنیاد خوف ایک زہر کی طرح سرائیت کرگیا ہے کہ اسلام اور مسلمان عیسائیت کے دشمن ہیں۔ یہ بھی ایک غلط اور بے بنیاد خوف ہے۔ یوروپ کے کئی دانشوروں نے بھی اس خوف کو پختہ کرنے میں اپنے قلم کا زور لگایا۔ حالیہ عرصہ میں Clash of Civilizations کتاب نے تو تہلکہ مچادیا۔ عالم عیسائیت بالکل غیر معقول انداز میں اسلام کو اپنے لئے ایک ”امکانی خطرہ“ سمجھتی ہے اور اس بے بنیاد خوف کی وجہ سے مذہب اسلام کو سارے عالم کے لئے شدید خطرہ بتاتی ہے۔ عالم اسلام اور عالم عیسائیت میں جو خوف پایا جاتا ہے وہ بھی قطعی یکطرفہ ہے۔ مسلمانان عالم ان کی اپنی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور ارشادات کی روشنی میں کبھی ”اللہ کی زمین پر فساد“ نہیں پھیلا سکتے۔ پچھلے چند برسوں سے دہشت گردی کے ہر واقعہ کو مسلمانوں سے منسوب کرنے کے ”فن خبیثہ“ میں اہل یوروپ کے دانشوروں نے ایک طرح سے مہارت حاصل کرلی ہے۔ باہمی مفاہمت کے مذاکرات ہونے چاہئیں لیکن ایسے مذاکرات کے انعقاد سے قبل باہمی غلط فہمیوں کو دور کرتے ہوئے ایسا سازگار ماحول پیدا کیا جانا چاہئے جس میں ظالم ومظلوم کا امتیاز برقرار رہے، جس میں مغربی ممالک کے خود ساختہ خدشات ختم کئے جاسکیں، ایسے مذاکرات یقیناً کامیاب ہوسکتے ہیں، بشرطیکہ فریقین دلوں کو صاف کرکے غلط فہمیوں کو دور کرکے اور خاص طور پر اسرائیل کو اس کی جارحیت کا قائل کرکے منعقد کئے جائیں موجودہ حالات میں یہ تینوں فریق علیحدہ علیحدہ موقف رکھتے ہیں۔ عالم اسلام مغربی ممالک کے گمراہ کن پروپگنڈے کی وجہ سے رسوا ہورہا ہے۔ دین مبین کو بدنام کرنے کا کوئی موقع مغربی ذرائع ابلاغ کھونا نہیں چہتے بلکہ کی بھی معمولی غلطی کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ (منصف، حیدرآباد)

مغرب اور اسلام کی کشمکش

پروفیسر عبدالقدیر سلیم

مغرب کی ایک خوبی کا اعتراف نہ کرنا، نادانی ہوگا۔ اپنے دوستوں کی طرح وہ اپنے حقیقی یا مزعومہ دشمنوں سے بھی (اپنے مخصوص زاویے سے) وابستگی رکھتے ہیں، اور ان پر گہری نظر بھی رکھتے ہیں۔ ۱۸ویں ۱۹ویں صدی میں مسلم دنیا کو فتح کرکے زیرنگیں لانے والے اہل مغرب نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جتنا کچھ لکھا، کمیت کے اعتبار سے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ۲۰ویں اور اب ۲۱ویں صدی میں، جب کہ روحِ مغرب کی اسلام سے آویزش ایک نئی شکل اختیار کرگئی ہے، وہاں کی مجالس دانش (think tanks) اور دانشور، پینترے بدل بدل کر اسلام سے نبردآزما ہورہے ہیں۔ ایسا ہی ایک مطالعہ زیڈین میری بوتے کی کتاب Islam's Fateful Path (اسلام کی پُرخطر راہ) کی صورت میں سامنے آیا ہے جو پیش نظر ہے۔ بقول اسما افسرالدین (پیش نظر کتاب کی ایک مبصرہ)، جو یونیورسٹی آف نوٹرے ڈیم میں عربی اور اسلامیات کی استاد ہیں۔ مذکورہ بالا کتاب کے مصنف کی یہ کوشش قابل داد ہے کہ انہوں نے اسلامی روایات کے تنوع، رواداری، حقوق انسانی کی پاس داری، خواتین کے مرتبے اور مذہبی حریت کی طرف بھی اشارے کئے ہیں، جب کہ مسلم اور غیر مسلم، دونوں جانب کے انتہا پسند، مشترک اقدار اور پُرامن بقائے باہمی کو نظر انداز یا مسترد کرتے نظر آتے ہیں۔

خود مصنف (ایک فرانسیسی عالم اور انٹرنیشنل کمیٹی آف دی ریڈکراس اس کے سینئر لیگل کنسلٹنٹ) کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ آیا اسلام، خوف، عدم برداشت، قسمت پر قناعت (fatalism)، دہشت گردی اور حقوق نسواں کے بارے میں حقارت وتردید کا مذہب ہے، یا اس کے برخلاف یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جسے غلط سمجھا گیا اور بدنام کیا گیا ہے۔ کیا مخالف مبصرین نے اس کے درست اخلاقی پیغام کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے؟ وجوہ سیاسی ہوں یا ذاتی (ص:vii)۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ کتاب کا ذیلی عنوان The Critical Choices Facing Modern Muslims (دور جدید کے مسلمانوں کے لئے پُرخطر ممکنہ راستے) مصنف کے نقطۂ نظر کی غمازی کرتا آتا ہے۔

مصنف کو اس بات کا شعور ہے اور ایک حد تک اعتراف بھی کہ مسلمان دانشور جب یہ خیال کرتے ہیں کہ موجودہ دور میں نو آبادیاتی نظام کے خاتمے کے بعد مغرب نے، مشرقی دنیا (خصوصاً مسلم دنیا) کو زیرنگیں کرنے کے لئے ایک نئی حکمت عملی اپنائی ہے: اب فتوحات، ”روحانی اور معاشی میدان میں ہوں گی۔“ اور یہ خیال کچھ ایسا غلط بھی نہیں، بقول مصنف: یہ حکمت عملی کوئی نئی نہیں ہے۔ فرانس کے صلیبی جنگ جو شاہ لوئی نہم (سینٹ لوئی) نے ایک خفیہ دستاویز میں یہ اعتراف کرنے کے بعد کہ مسلمانوں کو جنگ کے ذریعہ فتح کرلینا مشکل ہے، دوسرے حربوں سے کام لینے کی تلقین کی۔ لوئی نہم کو ایک مقدس اور متبرک ہستی خیال کیا جاتا تھا۔ اس نے یروشلم سمیت مقامات مقدسہ کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا تھا، تاکہ انہیں ”بے دین کافروں، (مسلمانوں) کے ہاتھوں سے چھڑایا جاسکے۔ ۱۲۴۸ء میں اس نے مصر پر حملہ کیا۔ ناکام رہا، قیدی بنا اور بعد میں فدیہ دے کر رہا ہوا۔ دوسری کوشش میں کارتیج (شمالی افریقہ) فتح کرنے کی مہم بھی ناکامی سے دوچار ہوئی۔ تاہم مرنے سے پہلے اس نے اپنے ”مسلمان دشمنوں“ کا قلع قمع کرنے کے لئے عیسائی بھائیوں کو وصیت کی کہ وہ مشرقی زبانیں سیکھیں، مسلم دینیات اور عقائد کا تنقیدی نقطۂ نظر سے مطالعہ کریں، اور اس طرح تعلیم وتلقین کے ہتھیاروں سے اپنے دشمن کو مسخر کریں۔ (ص:۳)

فرانس کے صلیبی جنگ جو شاہ لوئی نہم (سینٹ لوئی) نے ایک خفیہ دستاویز میں یہ اعتراف کرنے کے بعد کہ مسلمانوں کو جنگ کے ذریعہ فتح کرلینا مشکل ہے، دوسرے حربوں سے کام لینے کی تلقین کی۔ لوئی نہم کو ایک مقدس اور متبرک ہستی خیال کیا جاتا تھا۔ اس نے یروشلم سمیت مقامات مقدسہ کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا تھا، تاکہ انہیں ”بے دین کافروں، (مسلمانوں) کے ہاتھوں سے چھڑایا جاسکے۔ ۱۲۴۸ء میں اس نے مصر پر حملہ کیا۔ ناکام رہا، قیدی بنا اور بعد میں فدیہ دے کر رہا ہوا۔ دوسری کوشش میں کارتیج (شمالی افریقہ) فتح کرنے کی مہم بھی ناکامی سے دوچار ہوئی۔ تاہم مرنے سے پہلے اس نے اپنے ”مسلمان دشمنوں“ کا قلع قمع کرنے کے لئے عیسائی بھائیوں کو وصیت کی کہ وہ مشرقی زبانیں سیکھیں، مسلم دینیات اور عقائد کا تنقیدی نقطۂ نظر سے مطالعہ کریں، اور اس طرح تعلیم وتلقین کے ہتھیاروں سے اپنے دشمن کو مسخر کریں۔ (ص:۳)

یوں ”مستشرقین“ عربی اور اسلامیات کے غیرملکی، غیرمسلم ماہرین کا وہ گروہ پیدا ہوا، جس نے تحقیق اور تصنیف کے ذریعے اسلام کی بیخ کنی شروع کی۔ اگرچہ شروع ہی سے علماء اور مسلم دانشوروں نے ہمیشہ ان مستشرقین کی ”علمی کاوشوں“ کو شک وشبے ہی کی نظر سے دیکھا ہے، اور کبھی اسے قبول نہیں کیا۔ لیکن یہ کوشش جاری ہے اور اس کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا کہ ایک طاقت ور عقیدے پر اس کے اندر گھس کر تخریبی کارروائی کی جائے۔

کیا یہ خیال ”مسلم بنیاد پرستوں“ کا مزعومہ ہے؟ وہم ہے یا حقیقت؟ مصنف اس سلسلے میں دوٹوک گفتگو نہیں کرتے۔ کبھی محسوس ہوتا ہے کہ وہ مغرب کی اس ”سازش“ کو بے نقاب کررہے ہیں، اور کبھی وہ خود اس کا ایک حصہ اور ایک کردار نظر آتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ عیسائی مغرب کی اسلام سے اس مخاصمت کے اسباب کیا ہیں؟

مصنف کے نزدیک اس سوال کا جواب صدیوں کی تاریخ پر محیط ہے۔ لیکن صورت حال بہت واضح ہے: اسلام اپنی ابتدا ہی سے ایک طاقت ور، ساری دنیا پر چھا جانے کا عزم رکھنے والی ایک تحریک کے طور پر ظہور پذیر ہوا۔ ناقابل مزاحمت قوت کے ساتھ وہ کرۂ ارض پر پھیلتا چلا گیا۔ عیسائیوں، ایران کے ساسانیوں، ہندوؤں اور کنفیوشسیوں سے اس نے وسیع علاقے چھین لئے۔ اس کے پھیلنے کی رفتار اور نفوذ کی صلاحیت بھی اس نفرت کا ایک سبب ہے جو عالمی سطح پر صدیوں سے اسلام کے حصے میں آئی ہے۔ ان ”شکست خوردہ اقوام میں عیسائی متاثرین وہ واحد قوم ہیں، جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو...... سمجھتے ہیں۔“ (یہاں ایسے الفاظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں لکھے گئے ہیں، جنہیں کوئی بدبخت اور شقی القلب بددیانت ہی زیر قلم لاسکتا ہے) (ص:۴)۔ مغرب، اسلام کو ایک بے شعور، عقل سے کورا، قدامت پسند اور وحشیانہ مذہب گردانتا ہے، جو ایک دینی پاور بلاک کی حیثیت سے ساری دنیا پر اپنے غلبے کے لئے کوشاں ہے کہ یہ اسے اپنا حق سمجھتا ہے۔ (ص:۴،۵) ۱۹۹۰ء کے عشرے سے مسلم دنیا اور مغرب کی آویزش نے ایک نہایت متشددانہ صورت اختیار کرلی ہے، اور دونوں فریق ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ (ص:۵)

یہ ہے کہ وہ مزعومہ پس منظر جس میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

اہل مغرب کو اس جنگ میں ایک اُمید افزا بات یہ نظر آتی ہے کہ خود مسلم دنیا بھی کوئی ایک مضبوط اکائی (monolithic block) نہیں رہی۔ بلکہ اس میں ”بنیاد پرستوں“ اور عقلیین (rationalists) مراد روشن خیالوں، لادین اور اہل تصوف کے درمیان ایک پرتشدد آویزش صاف نظر آتی ہے۔ پھر صدیوں سے شیعہ سنی، فلسفی، صوفی روشن خیالی اور قدامت پسندی کی خلیجیں ہیں۔ مختلف مسلم ملکوں کے درمیان جھگڑے ہیں، جنہیں بڑھانے کی ضرورت ہے۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ اس نوصلیبی جنگ کا ادراک کرکے مسلمانوں کی وسیع اکثریت کے ذہن میں ایک ردعمل انگڑائی لے رہا ہے، اور وہ ہے ”اسلام کی طرف رجعت“۔

مصنف کے خیال میں اگر مسلم عوام کے خدشات دُور نہ کئے گئے اور خصوصی کوشش کے ذریعے اُن کے دلوں میں اعتماد نہ پیدا کیا گیا، تو اسلام پسندی کا یہ چیلنج جو مغرب (اور ساری دنیا) کو درپیش ہے، ایک ایسا فلیتہ بن جائے گا، جو پہلے تو مشرق وسطیٰ کو دہکائے گا اور پھر افریقہ، ایشیا، امریکہ کے دونوں براعظموں اور جلد یا بدیر خود یورپ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اس طرح آنے والے برسوں میں دہشت گردی اور مسلح تصادم عام ہوجائیں گے۔ مسلم جھڑپوں کے علاوہ اس جنگ کو بھڑکانے کے دوسرے ذرائع بھی اختیار کئے جائیں گے۔ بنیاد پرست مسلمان، ہتھیار سازی، خصوصاً کیمیائی، حیاتیاتی اور نیوکلیائی کی تیاری اور استعمال پر توجہ مرکوز کریں گے۔“ (ص:۶)

مصنف کے خیال میں اگر مسلم عوام کے خدشات دُور نہ کئے گئے اور خصوصی کوشش کے ذریعے اُن کے دلوں میں اعتماد نہ پیدا کیا گیا، تو اسلام پسندی کا یہ چیلنج جو مغرب (اور ساری دنیا) کو درپیش ہے، ایک ایسا فلیتہ بن جائے گا، جو پہلے تو مشرق وسطیٰ کو دہکائے گا اور پھر افریقہ، ایشیا، امریکہ کے دونوں براعظموں اور جلد یا بدیر خود یورپ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اس طرح آنے والے برسوں میں دہشت گردی اور مسلح تصادم عام ہوجائیں گے۔ مسلم جھڑپوں کے علاوہ اس جنگ کو بھڑکانے کے دوسرے ذرائع بھی اختیار کئے جائیں گے۔ بنیاد پرست مسلمان، ہتھیار سازی، خصوصاً کیمیائی، حیاتیاتی اور نیوکلیائی کی تیاری اور استعمال پر توجہ مرکوز کریں گے۔“ (ص:۶)

ایک دوسرا خطرہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کا بھی ہے، جنوری ۲۰۰۰ء میں دنیا میں مسلمانوں کی تعداد اندازاً ڈیڑھ ارب سے کچھ اوپر تھی۔ مصنف کہتے ہیں کہ ”سی آئی اے کی کتاب حقائق (C/A Factbook) کے اندازے کے مطابق آبادی ایک ارب ۹۰ کروڑ ۲۰ لاکھ ۹۵ ہزار ہے۔ (ص:۲۱۸)۔ مصنف نے بڑی تفصیل سے یورپی ممالک اور امریکہ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کا ”تشویشناک جائزہ لیا ہے۔ فرانس میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی نے پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی تعداد کو پیچھے چھوڑ دیا ہے (۴۰-۵۰ ہزار مسلمانوں کے مقابلے ۱۷ لاکھ پروٹسٹنٹ اور آٹھ لاکھ یہودی) (ص:۷) مسلم ملکوں میں آبادی ۶ء۴ فیصد سالانہ کی رفتار سے بڑھ رہی ہے۔ (ص:۲۱۲) اس پر مستزاد یہ کہ بہت سے اصلی نسلی یورپی بھی اسلام قبول کرتے جارہے ہیں۔ (ص:۷)

مصنف کے خیال میں مغرب آج بھی اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے حسب سابق ترغیب وترہیب دونوں کا استعمال کررہا ہے۔ مسلم دنیا اور مسلم آبادیوں پر جارحیت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو سمجھنے سمجھانے کے لئے مستشرقین کے علاوہ ”اسلامئین“ (ماہرین اسلامیات، Islamologists) کی ایک نئی کھیپ ظہور میں آئی ہے، جو مسلمانوں کا حلیہ بگاڑ کر انہیں اکثر مضحکہ خیز اور غیر انسانی ہیولوں میں پیش کرتے ہیں۔ یہ مسلمان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ سفاک اور ظالم، دغاباز، بے ایمان، منافق اور بددیانت وبدنہاد ہو۔ (ص:۱۰)۔ ارنسٹ ریناں (Earnest Renan) نے مسلمانوں اور یہودیوں دونوں کے بارے میں ایسے ہی بے ہودہ تعصب کا اظہار کیا تھا۔ سامی النسل لوگ عدم تجسس کا شکار ہوتے ہیں۔ اُن میں رواداری کا بھی فقدان ہوتا ہے، اور یہ لوگ فتنہ انگیز ہوتے ہیں۔ مداوا؟ اسلام کو تباہ کردیا جائے۔ ریناں فرماتے ہیں ”جنگ کا خاتمہ اُسی وقت ہوگا جب اسماعیل (علیہ السلام) کا آخری بیٹا یا تو مرجائے یا ریگستان کی پہنائیوں میں دھکیل دیا جائے۔“ (ص:۲۱۹، حاشیہ:۶)

ریناں کے پوتے ارنسٹ سیچاری (Earnest Psichari) جنہوں نے عیسائیت کو ازسرنو دریافت کیا، فرماتے ہیں کہ ”جلد یا بدیر ہم مسلمانوں کو فتح کرلیں گے۔ ہم فاتح ہیں اور وہ فانی مفتوح اور کیا درکار ہے؟“ (ص:۱۹۶)، جب کہ آگست پامل (August Pomel) کے خیال میں: ”محمدیت (اسلام) اُن معاشروں کے لئے تو ایک موزوں عقیدہ ہوسکتا ہے، جن کا سماجی ارتقاء ایک وحشیانہ سطح پر آکر رُک گیا ہے۔ عرب معاشرہ اس کی موزوں مثال ہے۔ یہ (یعنی اسلامی) معاشرہ تین اقسام کے انسانوں پر مشتمل ہے۔ پہلی سطح پر رذیل، منافق اور کاہل مذہبی زعما کا گروہ ہے، جس کے اثرات جہالت (مذہبی عصبیت) کی پیداوار ہیں۔ دوسرا گروہ پسّو زدہ (flea bitten) اشرافیہ کا ہے جن کے نزدیک تعمیری اور پیدا آوری سرگرمیاں شجر ممنوعہ ہیں۔ احمقانہ اور تخریبی سرگرمیاں ان کے معزز مشاغل ہیں۔ تیسرا طبقہ غریب، مسکین ہاریوں کا ہے، جو مندرجہ بالا دو طبقات کو پالتے ہیں، اور خود فاقہ کشی میں یا خس پر گزارا کرتے ہیں۔“ (ص:۱۹۷)۔ مسلمان ”وحشی اور بچکانہ ذہن کے لوگ ہیں...... جو اپنے شاندار ماضی کی جھوٹی یادوں اور مستقبل کے بے مصرف خوابوں پر زندہ رہتے ہیں۔“ (ص:۱۹۷) مصنف کہتے ہیں کہ آج بھی مغرب کے متشدد عیسائی خود کو اعلیٰ اور مسلمانوں کو ادنیٰ خیال کرتے ہیں، اور ان کے نزدیک مسلمانوں کا نہ کوئی ضمیر ہے نہ اخلاقیات اور نہ عزت ووقعت۔ اپنی انہی کمزوریوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے وہ مغرب کی اعلیٰ اقدار کے فہم سے عاجز ہیں۔ ان ”لرزتے، کانپتے غلاموں“ کے بالمقابل عیسائی اپنی سرشت کے اعتبار سے متخیر ہیں، اُس محبت کے امین، جو اُن کے اندر یسوع مسیح کے فیضان (grace) سے پیدا ہوگئی ہے۔ (ص:۱۹۶)

مصنف کے نزدیک قرون وسطیٰ سے انیسویں صدی تک کے مسلمانوں کے ہاں بھی یورپی اقوام کے لئے کوئی اچھی رائے نہیں پائی جاتی اور آج بھی مغرب کے تسلط اور مزعومہ مظالم کے خلاف قدامت پسند اور عام مسلمانوں میں بھی، مغرب کے خلاف ایک نفرت واضح نظر آتی ہے۔ تاہم، ان کے خیال میں دنیا میں امن کے قیام کے لئے ”ثقافتی اور مذہبی عدم اعتماد اور نفرتوں کو ختم کرنے“ کی گنجائش ابھی موجود ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بعض مغربی علماء نے مسلم فلاسفہ اور صوفیا پر تحقیقی کام کرتے ہوئے، مغربی تہذیب اور سائنس کو ان کا مرہون منت بھی بتایا ہے، تاہم اکثریت نے اہل مغرب کے ذہن میں اسلام کا وہ تصور بٹھادیا ہے، جس کی عکاسی، بقول ان کے: قدامت پسند ابن تیمیہ، محمد بن عبدالوہاب اور موجودہ سعودی حکمراں کرتے ہیں۔ ۱۹ویں، ۲۰ویں صدی میں مسلم مفکرین میں مغرب پر تنقید اور اسلام کی طرف رجعت کا وہ عمل شروع ہوا۔ جس کی عکاسی ابوالاعلیٰ مودودیؒ مسلم مفکرین کرتے ہیں۔ برعظیم کے علاوہ افریقہ کے کئی ملکوں، تیونس، مراکش، الجزائر وغیرہ میں ان مفکرین کی تحریروں سے متاثر ہوکر، اسلام کی طرف رجعت کی تحریکیں اُبھریں۔ اُسامہ بن لادن کی تحریک، القاعدہ اور ”اسلامی جہاد“ کی تحریکیں اسی ”تھیوکریٹک اسلام“ (سیاسی اسلام) کی پیداوار ہیں۔

اسلام کی ایک دوسری صورت اور جہت، جس کی جڑیں مسلمانوں کے روشن ادوار میں ملتی ہیں ”وسیع المشربی، عقل دوستی اور روشن خیالی“ کا اسلام ہے، جس کے بیج معتزلہ، ابن رشد، ابن سینا، الخوارزمی، منصور بن حلاج، ابن عربی اور رومی نے ڈالے تھے۔ بعد میں جمال الدین افغانی اور محمد عبدہٗ نے اسے بازیافت کیا۔ زمانہ حال میں عبداللہ بدوی (مصر) اور محمد الجبری (مراکش) اس کے نمائندہ ہیں لیکن قدامت پسند علماء اور سیاست دان انہیں تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ (ص:۱۲)

کتاب کے وسیع مباحث اسلام کی ابتداء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اور آپؐ کے مشن اور خلافت (راشدہ، بنواُمیہ، بنوعباس) سے لے کر ۲۰ویں صدی تک پھیلے ہوئے ہیں۔ کتاب تین اجزاء اور ایک اختتامیہ پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں مصنف نے قبل اسلام عرب معاشرے کی حالت حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت اور جزیرہ نمائے عرب میں پہلی مرتبہ ایک باقاعدہ ریاست کی سیاسی تشکیل پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کی وفات کے بعد ہی ”امہ میں مستقل انتشار“ کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ جو بنوعباس کے برسر اقتدار آنے (۶۶۰ء) تک جاری رہا، یہاں تک کہ مرکزی ”اسلامی ریاست“ پر بنوعباس قابض ہوئے۔ (۷۵۰ء) اور تاتاریوں (منگول) کی یلغار (۱۲۵۸ء) تک برسراقتدار رہے۔ وحشی تاتاریوں نے بنوعباس کو چن چن کر قتل کیا، مگر انہیں بغداد کی خلافت کی خواہش نہ تھی۔ خلافت کا ادارہ مصر اور پھر ترکی میں منتقل ہوگیا اور پھر مصطفیٰ کمال کے ”روشن خیال“ جدیدیت کے انقلاب کے بعد ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا (۱۹۲۴ء)۔ اس طرح مسلم دنیا کی مرکزیت ختم ہوگئی۔ شرق اوسط چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگیا۔ مگر اس سے پہلے ہی اُمت خوارج، شیعہ، اسماعیلی، دروزی، علوی اور زیدیہ میں منقسم ہوچکی تھی۔ اس پر مستزاد اسلامی تعلیمات اور قانون پر اختلافات جو اہل سنت کے چار علماء کے مسائل (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل) کی شکل میں ظاہر ہوچکے تھے۔ معتزلہ، اشاعرہ اور صوفیہ کے درمیان خلیجیں الگ تھیں، ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نے ”سنت اسلام“ کی طرف رجعت کی۔ انہی کے شاخسانوں میں ”رجعت پسند اور تنگ نظر“ انتہا پسند نظریات بھی وجود میں آئے۔ سعودی عرب میں حکومت اور معاشرے پر اُن کی فکر کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔

”عصری اسلامیت“ کے خالق حسن البناء، سید قطب اور سید مودودیؒ بتائے گئے ہیں۔ یہ رجحان ۱۹ویں/۲۰ویں صدی میں مغرب کے تعامل سے وجود میں آنے والے ”روشن خیال“ اور ”رواداری“ والے اسلام سے متصادم ہے۔ مصر کے حسن البنا نے اسلام کو زندگی کے ایک مکمل نظام کے طور پر پیش کیا۔ مثالی اسلامی ریاست قائم کرنے کے لئے ان کی حکمت عملی کے دو زاویے تھے: اسلامی تعلیم وتربیت اور عوام میں نئے سیاسی شعور کی بیداری۔ انہوں نے اخوان المسلمون کی تحریک برپا کرکے ”اُسرۃ“ (خاندان) کا نظام قائم کیا۔ مدارس، جامعات، مساجد، ہسپتالوں اور پیشہ وارانہ تنظیموں اور سرکاری سماجی خدمت کے اداروں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، اور مسلمانوں کو ایک نیا نعرہ دیا: اللہ ہمارا مقصود ہے، رسولؐ ہمارے قائد ہیں، قرآن ہمارا دستور ہے، جہاد ہمارا راستہ ہے اور اللہ کی راہ میں شہادت ہماری اعلیٰ ترین خواہش اور تمنا ہے۔“ اگرچہ مصر میں شاہ فاروق کے زمانے میں حسن البناء اور پھر انقلابی حکومت (جمال عبدالناصر) کے دور میں ان کے جانشین سید قطب کو شہید کردیا گیا، اور اس جماعت پر پابندی اور مظالم کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا، تاہم آج بھی مصر میں اس کے زیراثر ۶ ہزار مساجد ہیں اور جماعۃ الشریعہ (ایک رفاہی تنظیم) کے ۲۰ لاکھ اراکین کام کررہے ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو بھی مصنف ابن تیمیہ/محمد عبدالوہاب کے متشددانہ اسلام کا ایک جدید ایڈیشن گردانتے ہیں۔ (ص:۶۸) سید نے ۱۹۲۰ء سے اپنے کام کا آغاز کیا۔ ”جماعت اسلامی“ کے عنوان سے ایک تحریک برپا کی، آزاد خیالی اور لادینیت کے خلاف اور ”سلفی اسلام“ کے حق میں علمی، عملی اور سیاسی میدان میں جہاد کیا۔ (ص ۶۸-۸۰)

آزاد خیالی اور مغربی نظریات کے خلاف سید مودودیؒ کی تحریک، جسے پڑھے لکھے نوجوانوں اور طلبہ میں بھی پذیرائی حاصل ہوئی، بڑی حد تک پرامن تحریک تھی۔ تاہم ۲۰ویں صدی کے وسط اور اواخر میں بین الاقوامی حالات، پہلی عرب اسرائیل جنگ میں عربوں شکست (۱۹۶۷ء)، لبنان کی خانہ جنگی (۹۰-۱۹۷۵ء) ایرانی انقلاب (۷۹-۱۹۷۸ء) سوویت یونین کے افغانستان پر قبضے کی مزاحمت (۹۲-۱۹۷۹ء) پہلی خلیجی جنگ (۹۲-۱۹۹۱ء) اور حال ہی میں عراق اور افغانستان پر امریکی یلغار نے مسلم دنیا میں مغرب کے خلاف ایک عملی فساد اور نفرت، اور نتیجتاً کچھ عملی اقدامات کی طرف رجحان کو فروغ دیا ہے، جو بقول مصنف، ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو صورت میں سامنے آئے ہیں، جب کہ امریکہ پر براہ راست حملہ کیا گیا، خودکش حملہ آوروں نے اپنے جہاز ٹریڈ سنٹر اور پینٹاگون کی عمارتوں کو تباہ کرنے کے لئے استعمال کئے۔

اس قدامت پسند، سلفی، اور ”جہادی اسلامی“ کے خلاف اور بعض صورتوں میں اس کے متوازی دوسرے رجحان کی مصنف بار بار تکرار کرتے ہیں، جسے وہ ”عقلیین کا اسلام، قرار دیتے ہیں۔ مصنف بار بار مسلم فلاسفہ اور دور جدید میں جمال الدین افغانی اور محمد عبدہٗ کا ذکر کرتے ہیں (وہ برعظیم پاک وہند کے روشن خیالوں سرسید احمد اور تشکیل جدید...... والے ”نثری“ محمد اقبال کو فراموش کرگئے ہیں) جمال الدین افغانی (م: ۱۸۹۷ء) نے برطانوی استعمال کے خلاف آواز بلند کی اور ایک انقلابی کی حیثیت سے شہرت پائی، وہ ہندوستان، مصر، روس، فرانس، ایران، برطانیہ اور ترکی میں گھومتے اور درس حریت دیتے پھرے۔ محمد عبدہٗ (م: ۱۹۰۵ء) بڑی حد تک جمال الدین افغانی کے ساتھ اور جدیدیت کے علم بردار تھے۔ انہوں نے اپنی سرکاری حیثیت (جج ۱۸۸۱ء، مفتی مصر ۱۹۹۱ء) میں بعض ایسے فتوے دیئے جو قدامت پسند علماء کو پسند نہ تھے۔ انہوں نے مصر کی جامعۃ الازہر میں بھی بعض اصلاحات کیں اور عقل وروایت کے درمیان اختلاف کی صورت میں عقلی بنیاد پر فیصلے کرنے پر زور دیا۔ ساتھ ہی ان کے ہاں تصوف کی طرف میلان بھی پایا جاتا ہے: ”صوفیا میں بہت سے نبوت کے درجے کے قریب پہنچ جاتے ہیں، اور ماورا کی ایک جزوی آگاہی بھی حاصل کرلیتے ہیں۔“ (ص ۱۵۶)۔ مصنف کو محمد عبدہٗ کی روشن خیالی، رواداری، انسان دوستی، سب کی بے لوث خدمت اور تمام مذاہب (خصوصاً اہل کتاب) کے لئے نرگوشہ، اسلام کی سخت قدامت پسندی کے خلاف گفتار میں ایک مستحسن رجحان نظر آتا ہے۔

ضوابط میں جکڑے ہوئے، سخت گیر اسلام کے خلاف، مصنف تکرار کے ساتھ

باقی صفحہ ۵ پر

امریکہ روس کشیدگی کا عروج

رؤف عامر

ماسکو اور واشنگٹن کے درمیان یورپ میں ڈیفنس میزائل سسٹم کی تنصیب پر دوبارہ شکر رنجی جنم لے چکی ہے۔ امریکہ یورپ میں اینٹی میزائل شیلڈ سسٹم نصب کرکے جنوبی ایشیا، سنٹرل ایشیا اور مڈل ایسٹ میں نظر رکھنے کے لئے سرد جنگ کے زمانے سے کوششیں کررہا ہے۔ مگر ماسکو اس امر کو اپنی سلامتی کے خلاف تصور کرکے اس کی راہ میں حائل ہے۔ پینٹاگون نے حال ہی میں اس منصوبے کو آگے بڑھانے کا آغاز کیا تو اس کی بھنک روسی قیادت کے کانوں میں رس گھولنے لگی۔ روس نے دھمکی آمیز لہجے میں وارننگ دی کہ اگر امریکہ دفاعی نظام کی تنصیب کے منصوبے سے باز نہ آیا تو ماسکو پولینڈ کی سرحد پر بیلسٹک میزائل فٹ کردے گا۔ روس کی نائب وزیر خارجہ سرگئی ریابگوف نے انٹرویو کے دوران کہا کہ اگر وہائٹ ہاؤس نے یہ منصوبہ جاری رکھا تو پھر ہم بھی بیلسٹک میزائل نصب کرنے میں تاخیر نہیں کریں گے۔

مزید برآں انھوں نے یہ بھی کہا کہ روس ایٹمی ہتھیاروں میں کمی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تاہم مساوی بنیادوں پر جوہری اسلحے میں کمی کے ایشو پر بات چیت ہوسکتی ہے۔ روس تیزی کے ساتھ عالمی منظر پر دوبارہ فیصلہ کن کردار ادا کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ یوں روس کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے تمام امریکی خوابوں کا شیش محل چکنا چور ہوچکا۔ روس ان ممالک کے ساتھ معاشی عسکری سفارتی اور دوستانہ مراسم بڑھا رہا ہے جو امریکی جبر و استبداد کا شکار ہیں۔ روس جن ریاستوں کے ساتھ مل کر اینٹی امریکہ بلاک تشکیل دے رہا ہے ان میں چین، ایران، شام، لیبیا اور شنگھائی تنظیم کے رکن ملک شامل ہیں۔ روس نے امریکہ کو باور کروا دیا ہے کہ اب اسے عالمی سطح پر من مانی کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ جارجیا مغرب نواز ملک ہے۔ ماسکو نے ناٹو کی دھمکیوں کے باوجود جارجیا پر چڑھائی کرکے اس کی افواج کو منٹوں میں کچل دیا اور جنوبی اوسیتیا کے باشندوں کو تحفظ فراہم کیا۔ امریکہ نے مشرق وسطیٰ میں بہت سارے ملکوں کے ساتھ دفاعی اور فوجی معاہدوں کا سوانگ رچا رکھا ہے جس کا توڑ کرنے کے لئے روسیوں نے شام کے ساتھ نئے تعلقات کی تجدید کی۔ روس نے اسرائیل کے تسلط میں شامی علاقوں گولان کی پہاڑیوں پر نظر رکھنے کے لئے بحیرہ روم کے راستے شامی بندرگاہ طرطوس پر طیارہ بردار بحری بیڑہ لنگر انداز کردیا۔ شام اور روس کے درمیان بحری جہازوں میزائلوں اور گن شپ ہیلی کاپٹروں کی فروخت کا معاہدہ بھی ہوچکا ہے۔ روس اور وینزویلا کے درمیان نئے تعلقات تیزی سے فروغ پا رہے ہیں۔ عالم عرب کے حوالے سے شمالی افریقہ بھی روسی نگاہوں کا مرکز بن چکا ہے۔

لیبیا کے کرنل قذافی نے ۲۳ برس بعد ماسکو کا دورہ کیا اور دورے کے دوران لیبیا اور روس کے درمیان بھی کھربوں روپے مالیت کے عسکری و دفاعی معاہدے ہوئے۔ روس لیبیا کو جنگی سازو سامان کی Up-gradation کی سہولت مہیا کرے گا جبکہ لیبیا نے روس کو اپنی بندرگاہ بن غازی پر فوجی اڈہ قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ لیبیا کی رشین بلاک میں شمولیت کی خبر امریکہ پر آسمانی بجلی کی طرح گری۔ نو دو گیارہ کے بعد لیبیا نے اپنی جوہری لیبارٹریاں امریکہ کے سپرد کردیں۔ لیبیا نے موساد کے ہاتھوں تباہ ہونے والے لاکربی جہاز کی تباہی کی ذمے داری بھی چار و ناچار تسلیم کرکے اربوں ڈالر کا ہرجانہ ادا کیا۔ روس نے شمالی کوریا کے ساتھ دوستانہ روابط قائم کرکے امریکہ کو دندان شکن جواب دیا ہے۔ گو کہ یہ تعلقات پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔ امریکہ نے جاپان اور جنوبی کوریا کے ساتھ مل کر شمالی کوریا کو اپنے شکنجے میں جکڑنے کے کئی منصوبے بنائے مگر سب ناکام ہوئے کیونکہ شمالی کوریا بڑی جرأت و ثابت قدمی کے ساتھ امریکہ و اتحادیوں کو کھری کھری سنا رہا ہے۔

شمالی کوریا کا جارحانہ رویہ ثابت کرتا ہے کہ اس کے ضدی پن کے پیچھے کسی بڑی طاقت کا ہاتھ ہے۔ امریکہ سوڈان کے صدر عمر البشیر کے نام عالمی عدالت انصاف کے توسط سے وارنٹ گرفتاری جاری کروا چکا ہے۔ روس نے کھل کر سوڈانی صدر کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا۔ روسیوں نے سنٹرل ایشیا کے کئی ملکوں سے امریکی فوجی اڈے ختم کروا کر اپنی برتری ثابت کردی ہے۔ روس کی نئی انگڑائی کو یورپی یونین نے بھی دل و جان سے تسلیم کیا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ یورپی یونین نے بارک حسین اوباما کے صدر منتخب ہونے پر انہیں خط لکھا تھا کہ اب دنیا میں کسی ایک ملک کی اجارہ داری تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ یونین نے ایک طرف روس کو عالمی طاقت کے طور پر قبول کرنے کا مشورہ دیا تو دوسری طرف بارک حسین اوباما کی توجہ ادھر مبذول کروائی کہ عالمی معاملات میں یورپی یونین کو بھی جاندار کردار ادا کرنے کا موقع دیا جائے۔ یورپی یونین امریکہ کی یک رنگی عالمی قیادت کے فارمولے کی بجائے کثیر الجہتی سسٹم کا خواہاں ہے۔ علاوہ ازیں روس کے ساتھ مستقبل کی سپر پاور چین اور ایران قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہیں۔

امریکہ نے اپنی بادشاہت پر خود ضرب لگائی۔ امریکہ نے یہ ضرب دنیا میں جبر دھونس لوٹ کھسوٹ اور انسانیت کی عظمت کو پامال کرنے کے ابواب رقم کرکے لگائی۔ امریکہ کے معدوم ہونے اور زوال کی درجنوں نشانیاں منصۂ شہود پر آرہی ہیں۔ روس لیبیا چین، ایران، شام، شمالی کوریا اور سوڈان نے باہم شیر و شکر بن کر جو بلاک تشکیل دیا ہے اس نے امریکہ کو بے چین کردیا ہے۔ امریکہ نے ان ملکوں کو پہلے دھمکیوں اور عیاریوں سے ڈرایا جب اس سربستہ راز سے پردہ اٹھا کہ ان کے پیچھے ماسکو ہے تو پھر مذاکرات کرنے کا ڈول ڈالا گیا۔ جب روس نے جارجیا پر چڑھائی کی تو جارجین افواج کی مدد کے لئے اسرائیلی فوجی دستے جارجیا میں موجود تھے جنھوں نے روسیوں کو مشتعل کردیا۔ تھوڑی دیر بعد روسی جنگی طیارے وینزویلا میں امریکی سرحدوں کے ساتھ پروازیں کررہے تھے۔

امریکہ کے کٹر مخالف ہیوگو شاویز نے روسی جہازوں کا استقبال کیا۔ جارجیا میں امریکی مداخلت کا طرۂ امتیاز وسطی ایشیائی ریاستوں کے معدنی ذخائر تک رسائی کے لئے راستے کی تلاش ہے۔ مگر روس نے امریکی بھرم توڑ دیا۔ برطانیہ کے اخبار ٹائمز آن لائن کی رپورٹ کے مطابق امریکہ کے دفاعی نظام کی تمام حساس دستاویزات ناٹو ہیڈ کوارٹر سے ماسکو پہنچ چکی ہیں۔

اس معاملے نے امریکہ کے شیلڈ سسٹم کے گرد سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ امریکہ کے معاشی بحران نے اس کی بنیادوں میں زلزلے بھر دیئے۔ امریکہ کی معاشی تباہی کے بعد اب دنیا میں اقتصادی میدان میں پہلی اور دوسری پوزیشن بالترتیب چین اور روس کو حاصل ہے۔ روس کے چوٹی کے تجزیہ کار پروفیسر ایگور بنیارمن نے پیشین گوئی کی ہے کہ ۲۰۱۰ء تک امریکہ چھ حصوں میں تقسیم ہوجائے گا۔ روس کے صدر دیمتری نے واشنگٹن پوسٹ میں اپنے مضمون میں روس امریکہ خوشگوار تعلقات کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ دیمتری نے لکھا ہے کہ دونوں کے درمیان سرد مہری نہیں ہونی چاہئے۔ مگر ساتھ ہی انھوں نے امریکہ کو یورپ میں دفاعی نظام کی تنصیب سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ امریکہ نے روس کی اپیلوں پر کان نہیں دھرا اور ابھی تک امریکیوں نے ایسا کوئی اعلان نہیں کیا جس سے روسی مطالبے کی توثیق و منظوری کی بو ل سکے۔ امریکہ کا رویہ ہمیشہ سامراجیت اور جڑیں کاٹنے والا رہا ہے۔

امریکی طوطا چشمی تو قابل مثال ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ دہشت گردی کے نام پر خود دہشت گردی کو بڑھاوا دینے اور عراق و کابل میں شب خون مارنے کے جرم میں امریکہ اقتصادی اور عسکری طور پر خود بکھر چکا ہے جبکہ روس چین کی معاونت سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے سامنے دیو بن کر کھڑا ہے۔ اگر امریکہ نے یورپ میں شیلڈ سسٹم نصب کرنے کا احمقانہ فیصلہ کیا تو اس مرتبہ سوویت یونین کی بجائے امریکہ چیونٹی کی شکل میں روسی دیو کے پاؤں تلے کچلا جائے گا۔ امریکہ نے مسلم دنیا کے وسائل کی ڈکیتی اور تیل کی دولت پر غاصب ہونے کے لئے دہشت گردی کا ماڈل تیار کیا تھا مگر اب سچ تو یہ ہے کہ امریکہ کا انجام حضرت حسن بصریؒ کے قول سے مترشح ہوتا ہے کہ اللہ جب زوال دیتا ہے تو پھر انہیں دولت اکٹھی کرنے کے دھندے کا جنونی بنا دیتا ہے۔

●●

سوائن فلو وائرس ایک خوفناک عفریت

حکیم قاضی ایم اے خالد

ارشاد ربانی ہے کہ ”آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھائے، مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے لئے نامزد کردیا گیا ہو۔ پھر جو شخص مجبور ہوجائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور و رحیم ہے۔“ (سورۃ الانعام: ۱۴۶)

جدید سائنس نے اسلامی شریعت میں ممنوعہ چیزوں کے بعض اسباب جاننے کی کوشش کی جس کو متبعین شریعت نے خورد بینوں کے انکشاف سے پہلے صدیوں تک عمل کیا ہے۔ ترتیب کے ساتھ مردار اور خون سے جراثیم پروان چڑھتے ہیں اور خنزیر (سور) جس کے بدن تمام جہاں کی بیماریاں اور گندگیاں جمع ہیں، اور کسی بھی طرح کی صفائی ستھرائی ان کو دور نہیں کرسکتی، خنزیر کے اندر کیڑے، بیکٹیریا اور ایسے وائرس ہوتے ہیں جن کو وہ انسان اور جانوروں میں منتقل کرتا ہے۔ اور کم از کم ۷۰ خطرناک مختلف الاقسام امراض کا باعث بنتا ہے سور کے اندر انفلوانزا کا مخصوص وائرس ہوتا ہے جو کہ خنزیر پالنے والوں اور ان سے میل جول رکھنے والوں کے اندر وبائی مرض کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ عام طور پر اس بیماری کی علامت طبی نقطہ نظر کے حوالے سے موسمی نزلہ زکام سے مشابہ ہیں تاہم کلینیکل رپورٹ کے مطابق یہ بیماری شروع ہونے کے بعد تیزی سے تبدیلی ہوتی ہے اور موت تک ایک شدید نوعیت کے نمونیا میں تبدیل ہوجاتی ہے۔

اگرچہ جرمنی، فرانس، فلپائن اور وینزویلا وغیرہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے جدید ٹیکنیکس بروئے کار لاکر خنزیر کے گوشت کی نجاستوں اور خباثتوں کو دور کردیا ہے لیکن ان ممالک کے مخصوص سرٹیفائڈ فارموں کا مذکورہ گوشت کھانے والے بیشمار افراد میں بھی Trichinellosis کا مرض لگ جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے معدے سے آواز نکلنے لگتی ہے اور کیڑے پیدا ہوجاتے ہیں جن کی تعداد کم از کم دس ہزار ہوتی ہے پھر یہ کیڑے خون کے راستہ سے انسان کے پٹھوں میں منتقل ہوجاتے ہیں اور پھر مزید مہلک امراض کی شکل اختیار کرلیتے ہیں۔ اسی طرح Spiralis کا مرض بیمار خنزیر کا گوشت کھانے سے لگتا ہے۔ اس مرض میں بھی انسان کی آنتوں کے اندر کیڑا پروان چڑھنے لگتا ہے جس کی لمبائی کبھی کبھی سات میٹر سے بھی لمبی ہوتی ہے جس کا کانٹے دار سر آنتوں کی دیواروں کے اندر فضل اور دوران خون کی دشواری کا سبب بنتا ہے اس کی چار چوسنے والی چونچیں اور ایک گردن ہوتی ہے جس سے مزید چونچ دار کیڑے وجود میں آتے ہیں جن کا ایک مستقل وجود ہوتا ہے اور تعداد ہزار تک ہوتی ہے، اور ہر بار ہزار انڈے پیدا ہوتے ہیں اور انڈوں سے ملوث کھانا کھانے کی صورت میں Solium Taenia کا مرض لگ جاتا ہے۔ تائینیا سولیئم کے انڈے (Ova) خون کی گردش میں شامل ہوکر جسم کے کسی بھی حصے میں پہنچ جاتے ہیں اگر یہ دماغ تک جا پہنچیں تو یادداشت کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں اگر یہ دل میں داخل ہوجائیں تو دل کے دورے کی وجہ بن سکتے ہیں۔ آنکھ میں جا پہنچنے پر نابینا پن ہوسکتا ہے۔ جگر میں داخل ہوجائیں تو پورے جگر کا ستیاناس کر ڈالتے ہیں غرض اس ایک مرض سے جسم کے کم و بیش تمام اعضا غارت ہوسکتے ہیں۔ سور کے گوشت کا کاروبار کرنے والوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اسے ۷۰ ڈگری پر پکانے سے اس کے بیشتر جراثیم مرجاتے ہیں جو کہ صرف اپنی پراڈکٹس بیچنے کا پروپیگنڈہ ہے۔ امریکہ میں کی گئی ایک تحقیق معلوم ہوا ہے کہ اس گوشت کے استعمال سے لگنے والے خطرناک طفیلئے ٹرائی کیور سے متاثرہ چوبیس افراد میں سے بیس ایسے تھے جنھیں نے ۷۰ ڈگری سے زائد پر پکا ہوا سور کا گوشت کھایا تھا۔ اس گوشت کے کھانے والے میں بے غیرتی کے جراثیم بھی داخل ہوجاتے ہیں یعنی اپنی ازدواجی زندگی میں دیگر مرد حضرات کی شراکت اچھی لگنے لگتی ہے یہی وجہ ہے کہ اپنی بیویاں ایک دوسرے سے بدلنے والے سور کے گوشت کے رسیا ہوتے ہیں لہٰذا مسلمان تو مسلمان کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے یا لادین افراد کو بھی اپنی صحت اور متوازن انسانی طرز زندگی کی خاطر اس کے استعمال سے لازمی بچنا چاہئے۔

سوائن فلو کی وبا نے دنیا کے بیسیوں ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ یورپ میں اسپین اور برطانیہ کے بعد جرمنی میں بھی سوائن فلو کے کیسز کی تصدیق ہوگئی ہے۔ سوائن فلو کی وبا کا آغاز مارچ میں میکسیکو سے ہوا” جہاں اب تک سینکڑوں افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔ تادم تحریر میکسیکو میں مشتبہ مریضوں کی تعداد دو ہزار چار سو اٹھانوے ہے۔ امریکہ میں ریاست کیلیفورنیا میں ہنگامی صورت حال کا اعلان کردیا گیا ہے نیویارک میں ایک اسکول کے سینکڑوں طالب علم اس وائرس کی زد میں ہیں۔ امریکہ کے صدر بارک اوباما نے اس وائرس کے خلاف اقدامات کے لئے کانگریس سے ڈیڑھ بلین ڈالر کا تقاضا کیا ہے۔ میکسیکو میں تمام اسکولوں کو جب کہ امریکہ میں متاثرہ ریاستوں کے اسکول بند کردیئے گئے ہیں۔ داخلی راستوں پر مسافروں کی اسکیننگ شروع کردی ہے۔ میکسیکو کے شہری گھروں سے باہر نکلتے ہوئے ماسک کا استعمال کررہے ہیں اور ایک دوسرے سے ہاتھ ملانے سے بھی گریز کررہے ہیں۔ اس وائرس پھیلا کی وجہ سے ملکی سیاحت بھی شدید متاثر ہورہی ہے اور صرف میکسیکو سٹی کو روزانہ ۵۷ ملین ڈالر کا خسارہ اٹھانا پڑ رہا ہے۔ آٹھ ممالک نے، جن میں فرانس، برطانیہ، کیوبا اور ارجنٹائن شامل ہیں، میکسیکو کے لئے اپنی پروازوں کا سلسلہ معطل کردیا ہے اور اپنے شہریوں سے اس ملک کا سفر نہ کرنے کی اپیل کی ہے۔ وائرس کے پھیلاؤ کی تشویش کی وجہ سے فرانس سے تھائی لینڈ تک بہت سے افراد کو جن پر اس وائرس میں مبتلا ہونے کا شبہ ہے طبی نگرانی میں رکھا گیا ہے۔ اقوام متحدہ کے جاری کردہ اعلامیے کے مطابق اس مرحلے پر مرض پر قابو پانا ممکن نہیں رہا۔ دنیا بھر میں کوئی جگہ اس وائرس سے محفوظ نہیں مزید یہ کہ اداروں نے ہنگامی صورتحال میں مزید اقدامات کا اضافہ کردیا ہے۔

سوائن فلو ہے کیا؟

سوائن فلو کی موجودہ وبا خنزیروں میں موجود ایک وائرس influenza A virus subtype H1N1 کی وجہ سے دنیا کی تباہی کا دوبارہ پیغام لے کر آئی ہے۔ یہ ٹائپ فلو، جانوروں اور انسانی فلو وائرس کے مختلف اجزا سے مرکب ہے۔ اس کی ابتداء کیسے ہوئی، اس کا اب تک پتا نہیں چلایا جاسکا اس کا علم۔ سوائن وائرس کا سب سے پہلے انکشاف ۱۹۱۸ء میں ہوا جسے اس وقت اسپینش فلو کا نام دیا گیا اس فلو سے امریکہ میں پچاس ہزار سے زائد جب کہ دنیا بھر میں بیس ملین ہلاکتیں ہوئیں یہ ۱۹۵۷ء تک ہسپانوی آبادی میں موجود رہا۔ اس کے علاوہ ۱۹۳۰ء میں اس کا انکشاف سانس کی خطرناک بیماری میں مبتلا سوروں میں ہوا۔ (جین برونڈی کی کتاب فلو فائٹر)

سوائن فلوز کام سے مشابہ متعدی مرض ہے مگر اس کا طریقہ کار مختلف ہے۔ ابھی تک یہی خیال کیا جارہا ہے کہ کھانسنے، چھینکنے اور متاثرہ شخص کو چھونے سے یہ مرض ایک انسان سے دوسرے میں منتقل ہوتا ہے۔ خصوصاً انسانی تنفس سے دوسرے انسان کو متاثر کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

عالمی ادارہ صحت WHO کے مطابق میکسیکو میں ہلاکتوں کا سبب بننے والا وائرس A/H1H1 وائرس ہے۔ یہ وائرس انسان سے انسان کو منتقل ہوتا ہے اور انسانوں، سوروں اور پرندوں کے فلو وائرس کے اجتماع سے سامنے آتا ہے۔

علامات

طبی ماہرین کے مطابق سوائن فلو میں مبتلا ہونے کی اہم علامات میں اچانک ۱۰۴ درجے کا بخار شدید زکام، کھانسی، سردرد، جوڑوں کا درد اور بھوک کا ختم ہوجانا ہیں۔ اگر بروقت علاج نہ ہوسکے اور مدافعتی نظام ناکارہ ہوجائے تو مریض نمونیا کا شکار ہوکر دم توڑ جاتا ہے۔ چونکہ سوائن فلو کی بیماری واضح علامات ظاہر نہیں کرتی اور عام معمولی فلو کے مریض کی طرح کی ہی علامات سامنے آتی ہیں جس کی وجہ سے اس بیماری میں مبتلا انسانوں کی درست تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

خدشات

☆ طبی ماہرین کے مطابق یہ وائرس بیمار سوروں کے قریب رہنے والے انسانوں میں آسانی کے ساتھ منتقل ہوجاتا ہے اور پھر یہ انسانوں میں تیزی سے پھیل کر وبائی صورت اختیار کرسکتا ہے۔ اس وائرس کے انسانوں کے لئے انتہائی خطرناک ہونے کا اندازہ عالمی ادارہ صحت کی اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ برڈ فلو کے ایچ پانچ این آئی وائرس سے ۲۰۰۳ء سے اب تک دنیا بھر میں ۲۵۰ انسانوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا اس کے برعکس سوائن فلو وائرس صرف چند دنوں میں میکس کے دو سو افراد کو نگل چکا ہے اور میکسیکو سے باہر ہلاک ہونے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔

☆ طبی ماہرین کے مطابق یہ انفلوانزا وائرس کی ایک نئی قسم ہے، جس کے خلاف ابھی تک کوئی مدافعتی نظام انسانی جسم میں موجود نہیں اور ابھی تک کسی قسم کی کوئی ویکسین بھی دریافت نہیں کی جاسکی ہے۔

☆ جن لوگوں کا خنزیروں سے دور کا بھی واسطہ نہیں وہ بھی پہلے سے متاثرہ کسی فرد سے سوائن فلو کا شکار ہوسکتے ہیں۔

☆ اس بیماری کے ایک شخص سے دوسرے میں انتقال کی رفتار، اور دوسرے عوامل جو اس بیماری کی نوعیت متعین کرتے ہیں، واضح۔ حتیٰ کہ ہمیں یہ بھی علم نہیں کہ موجودہ دافع انفلوئنزا دوائیں اس کی کہ خلاف کارگر ہوں گی کہ نہیں۔

احتیاطی تدابیر

☆ احتیاط علاج سے بہتر ہے لہٰذا درج ذیل احتیاطی تدابیر کو بروئے کار لاکر اس مرض سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

☆ کسی بھی قسم کی انفیکشن خصوصاً وائرل انفیکشن کے تدارک اور داخلی مزاحمت و مدافعت بڑھانے کے لئے کسی بھی قسم کی گوبھی، لہسن، پیاز ترش پھل، لیموں، مالٹا، سنگترہ وغیرہ، ٹماٹر ادرک، کالی مرچ، زنک والی غذائیں مثلاً گندم، مچھلی اور گوشت وغیرہ کو اپنی روزمرہ خوراک میں شامل کریں۔

☆ اپنے ہاتھوں کو باقاعدہ کسی صابن سے دھوئیں۔ لیکویڈ سوپ کا استعمال وائرس کو پھیلنے سے بچانے کا اچھا طریقہ ہے۔ اگر آپ ایسے علاقے میں ہیں جہاں اس وباء کے پھیلنے کے امکانات ہیں، یا ایسے لوگ ہیں جو حال ہی میں بیرون ملک کا سفر کرکے لوٹے ہیں تو پھر احتیاطی تدابیر پر عمل کرنا مزید ضروری ہے۔ جہاں وباء پھیلی ہو وہاں پر ڈسپوزایبل ماسک کا استعمال بھی فائدہ مند ہے۔

☆ چھینکتے یا کھانستے وقت کسی رومال یا ٹشو پیپر کو استعمال کریں اور استعمال کے فوراً بعد اُسے ضائع کردیں اور ہاتھوں کو فوراً لیکویڈ صابن سے دھولیں۔

☆ اگر آپ گھر سے باہر ہیں اور صابن سے ہاتھ نہیں دھو پائے ہیں تو اس دوران خصوصاً اور ویسے بھی اپنے منہ، آنکھوں اور ناک کو ہاتھ یا انگلیاں لگانے سے پرہیز کریں کیونکہ ان جگہوں سے وائرس کے جسم میں داخلے کا امکان زیادہ ہے۔

دنیا بھر میں احتیاطی تدابیر

عالمی ادارہ صحت کا کہنا ہے کہ دنیا کے تمام ممالک کو سوائن فلو کے خطرے سے نمٹنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ دنیا بھر میں سوائن فلو کو پھیلنے اور اس کو وبائی شکل اختیار کرنے سے روکنے کے لئے اقدامات کئے جارہے ہیں جب کہ بیشتر حکومتوں نے اپنے شہریوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ میکسیکو کے سفر سے گریز کریں، جہاں اس مہلک مرض سے مرنے والے افراد کی تعداد سینکڑوں اور متاثرین ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔

امریکہ نے سوائن فلو ایچ 1 این 1 سے ٹیکساس میں ایک ۲۳ ماہ کے بچے کی ہلاکت کی تصدیق کی ہے۔ میکسیکو سے باہر سوائن فلو سے یہ پہلی ہلاکت ہے۔

کینیڈا، نیوزی لینڈ، کوسٹاریکا، اسکاٹ لینڈ، اسپین، اسرائیل، جرمنی، ارجنٹائن، آسٹریلیا، آسٹریا، چلی، کولمبیا، ڈنمارک، فرانس، ہانگ کانگ، انڈونیشیا نیوی لینڈ، آئرلینڈ، ہالینڈ، پولینڈ جنوبی کوریا، سویڈن، سوئٹزرلینڈ اور تھائی لینڈ میں مہلک سوائن فلو کے سینکڑوں مشتبہ کیسز سامنے آچکے ہیں۔ لیکن دنیا بھر میں صحت کے حکام نے خبردار کیا ہے کہ جس تیزی سے ورت حال تبدیل ہورہی ہے، اس کے پیش نظر تعداد کی کوئی اہمیت نہیں رہ گئی اور ڈاکٹر حضرات اور طبی عملہ کے ارکان نظام تنفس کے حوالے سے کسی مسئلہ کا شکار لوگوں کے ٹیسٹ کررہے ہیں۔

●●

بقیہ: مغرب اور اسلام کی کشمکش

متصوفانہ نرم اسلام سے امیدیں وابستہ کرتے دکھائی دیتے ہیں جس نے عباسی عہد میں یونانی، یہودی اور عیسائی رہبانیت، ترک، دنیا اور زہد کے رجحانات کو فروغ دیا۔ اس رجحان کے نمائندے انہیں منصور حلاج، ابن عرب اور رومی نظر آتے ہیں۔ یہاں بھی مصنف مسلم تصوف کے اہم سلاسل قادریہ (شیخ عبدالقادر جیلانی، م: ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء) نقش بندیہ (خواجہ بہاء الدین نقش بند، م: ۷۹۱ء) اور مجددیہ (شیخ احمد سرہندی، م: ۱۶۲۴ء) کو فراموش کردیتے ہیں، جو اسلام کے بنیادی عقائد، عبادات اور ضوابط کے سلسلے میں کسی بھی طرح کی مداہنت کے قائل نہیں۔ اُن کی اُمید اہل تصوف اور رواداری، روشن خیالوں کے ایسے گروہ سے ہے جو رواداری، حریت، آزاد روی اور ”نرم کردار“ کے قائل ہیں۔

یہ بات قابل غور ہے کہ حال ہی میں امریکہ کی ایک مجلس دانش (Rand Corporation) نے خیال ظاہر کیا تھا کہ مسلمانوں کو جیتنے کے لئے اُن کے ہاں مروّج ایک خاص نہج کے تصوف کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔

(دی اکانومسٹ، ۲۰ دسمبر ۲۰۰۸ء)

اس کے علاوہ بھی کرنے کے اور بہت کام ہیں، جو مصنف کتاب کے اختتام میں تجویز کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس کے لئے دوسروں کی اقدار کے لئے رواداری اور اعتماد کی فضا پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ عیسائی، یہودی، ہندو اور مسلمان مل کر ایک ضابطۂ اخلاق مرتب کریں، ایک دوسرے پر حملے اور الزامات بند کریں۔ اقوام متحدہ، یونیسکو، ریڈکراس، ریڈکریسنٹ، یورپی یونین، افریقی یونین، آرگنائزیشن آف دی اسلامک کانفرنس، ایکومینیکل کونسل آف چرچز اور دوسرے مل بیٹھیں، اور امن و آشتی کیلئے کوشش کریں۔ ایک اہم عملی بات: اسلامی تعلیمی اداروں میں یہودیوں کے پروٹوکول (Protocols of the Elders of Zion) کے حوالے دیئے بند کئے جائیں کہ یہ یہودیوں کو بدنام کرنے والی ایک جعلی دستاویز ہے۔ تہذیبوں کے تصادم کا غلغلہ بند کیا جائے، اور عالمی مذہبی ڈپلومیسی کے زیر عنوان سارے فریق آپس کی دشمنی کو ختم کرکے باہمی رواداری اور احترام کا رویہ اپنائیں۔ مذہبی اور سیاسی قائدین مل بیٹھ کر اپنے لئے ایک ضابطۂ عمل مرتب کریں۔ القاعدہ کو بھی شریک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (ص: ۶، ۲۰۰۵ء)

بیشتر مسلم ملکوں میں سرکاری اسکولوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے اور بہت سی مذہبی تنظیموں نے ایک متوازی نظام تعلیم قائم کر رکھا ہے، جو سرکاری کنٹرول سے آزاد ہے۔ مدارس، از کار رفتہ تعلیم کے ذریعہ، یک سمتی ذہن، اور قدامت پرستی کو فروغ دے رہے ہیں۔ اس طرح وہ روشن خیالی کا استحصال کرتے ہیں۔ مذہب کی اہمیت اپنی جگہ لیکن اسے اجتماعی زندگی سے متعلق اداروں- ریاست، عائلی قوانین، محنت اور معاشیات میں دخل اندازی سے روک دینا چاہئے۔ (ص: ۲۱۱)، فرد اور خواتین کے حقوق کی پاس داری کی جانا ہے۔ مسلمانوں کی آبادی جو ۲ء۶ فی صد سالانہ کے حساب سے بڑھ رہی ہے، اُسے روکنے کی ضرورت ہے، تاکہ مسلم دنیا میں معیار زندگی بلند ہو۔ ”اسلامیت“ سے تیسری دنیا میں جو مسائل پیدا ہورہے ہیں۔ ان کی طرف توجہ دینا اشد ضروری ہے۔

اسلام کے لئے ایک غیر معاندانہ روش، لیکن اس کی اصل تعلیمات اور روح سے نابلد ذہن، اس دین اور اس کے وابستگان کو کس تناظر میں دیکھتا ہے۔ پیش نظر کتاب، اس کی ایک اچھی مثال ہے یا ذہنی انجینئری کی ایک کوشش۔

Islam's Fateful Path، (اسلام کی پُرخطر راہ)، مصنفہ: زیڈین میری بوتے (Zidane Meeriboute)، ناشر: I.B. Tanris، لندن، صفحات: ۲۴۶، قیمت درج نہیں)

●●

بقیہ: یروشلم کو راجدھانی بنانے کی……

جائے گا جس کو اب تک نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ جبکہ ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا جارہا ہے کہ اسرائیل اس علاقے کو چھوڑنے کے سلسلے میں کسی بھی قسم کی گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وزیر اعظم کے آفس میں ایک شخص نے نیویارک ٹائمز کے اتھان برونر اور ایسابیل کیرشنر سے واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ یروشلم تین ہزار سال قبل سے یہودیوں کی راجدھانی چلا آرہا ہے اور اب وہ اسرائیل کی متحدہ راجدھانی رہے گا۔ یروشلم کی تاریخ میں پہلی بار مختلف مذہبی طبقات کو اسرائیلی خود مختاری کے تحت عبادت کی آزادی حاصل ہوگی اور تمام مذاہب کا تحفظ کیا جائے گا۔ اسرائیل اور یہودیوں کی روایت اور تاریخ کی روشنی میں ظاہر ہے دنیا کا کوئی بھی غیر جانبدار، انصاف پرور اور ایماندار اور آزادانہ سوچ سمجھ رکھنے والا اس کی باتوں پر یقین نہیں کرسکتا۔ اس لئے حریت پسند فلسطینیوں اور حق و انصاف کے علمبردار عالم اسلام میں اس حوالے سے تشویش و اضطراب کا پیدا ہونا فطری بات ہے۔

●●

پارلیمانی انتخابات ۲۰۰۹ء کے نتائج

یو پی اے

پارٹیاں	۲۰۰۴ءالیکشن	۲۰۰۹ءالیکشن
کانگریس	۱۴۵	۲۰۶
ڈی ایم کے	۱۶	۱۸
این سی پی	۹	۹
ترنمول کانگریس	۲	۱۹
جھارکھنڈ مکتی مورچہ	۵	۲
نیشنل کانفرنس	۲	۳
راشٹریہ جنتادل	۲۱	۴
سماجوادی پارٹی	۳۶	۲۳
لوک جن شکتی پارٹی	۴	صفر
مجلس اتحاد المسلمین	ایک	ایک
انڈین یونین مسلم لیگ	ایک	۲
این ڈی اے		
بی جے پی	۱۳۸	۱۱۶
جنتادل متحدہ	۸	۲۰
شیوسینا	۱۲	۱۱
اکالی دل (بادل)	۸	۴
آسام گن پریشد	۲	۱
انڈین نیشنل لوک دل	۱	صفر
راشٹریہ لوک دل	۳	۵
ٹی آر ایس	۵	۲
اے جی پی	۲	۱
تیسرا مورچہ		
بہوجن سماج پارٹی	۱۹	۲۱
جنتادل سیکولر	۳	۳
اے ڈی ایم کے	صفر	۹
ٹی ڈی پی	۵	۶
بیجو جنتادل	۱۱	۱۴
دیگر	صفر	۹
سی پی ایم	۲۷	۱۶
سی پی آئی	۶	۴
فارورڈ بلاک	۳	۲
آر ایس پی	۳	۲
ایم ڈی ایم کے	۴	۱
ایچ جے سی (بی ایل)	صفر	ایک
آزاد	۴	۹
دیگر	۲۱	۱۱
شمالی علاقوں کی نشستیں:		۲۲۵
کانگریس اتحاد		۹۶
بی جے پی اتحاد		۹۳
دیگر		۵۶
مشرقی علاقوں کی نشستیں:		۸۹
کانگریس اتحاد		۴۴
بی جے پی اتحاد		۰۹
دیگر		۴۰
مغربی علاقوں کی نشستیں:		۷۹
کانگریس اتحاد		۳۸
بی جے پی اتحاد		۳۸
دیگر		۱۳۰
جنوبی علاقوں کی نشستیں:		۱۳۰
کانگریس اتحاد		۷۹
بی جے پی اتحاد		۲۱
دیگر		۳۰

پارلیمانی انتخابات میں کامیاب مسلم امیدوار

نمبر شمار	امیدوار	پارٹی	حلقہ	ریاست
۱	تبسم بیگم	بہوجن سماج پارٹی	کیرانہ	اتر پردیش
۲	قادر رانا	//	مظفرنگر	//
۳	شفیق الرحمن برق	//	سنبھل	//
۴	قیصر جہاں	//	سیتاپور	//
۵	محمد اظہر الدین	کانگریس	مراد آباد	//
۶	ظفر علی نقوی	//	کھیری	//
۷	سلمان خورشید	//	فرخ آباد	//
۸	مولانا اسرار الحق قاسمی	//	کشن گنج	بہار
۹	مناظر حسن	جنتادل متحدہ	بیگوسرائے	//
۱۰	سید شہنواز حسین	بی جے پی	بھاگل پور	//
۱۱	ای ٹی محمد بشیر	مسلم لیگ	پنانی	کیرلا
۱۲	ای احمد	//	ملاپورم	//
۱۳	ایم آئی شاہنواز	کانگریس	ویاناڈ	//
۱۴	جے ایم آر راشد	کانگریس	تینی	تمل ناڈو
۱۵	عبدالرحمن	ڈی ایم کے	ویلور	//
۱۶	بدرالدین اجمل	یو ڈی ایف	ڈھبری	آسام
۱۷	اسمٰعیل حسین	کانگریس	بارپیٹا	//
۱۸	فاروق عبداللہ	نیشنل کانفرنس	سری نگر	جموں وکشمیر
۱۹	شریف الدین شارق	//	بارہمولہ	//
۲۰	مرزا محبوب بیگ	//	اننت ناگ	//
۲۱	حسن خان	آزاد	لداخ	//
۲۲	سلطان احمد	ترنمول کانگریس	الیبریا	مغربی بنگال
۲۳	نورالاسلام	//	بشیر ہاٹ	//
۲۴	اے ایچ خان چودھری	کانگریس	مالدہ جنوب	//
۲۵	معصوم نور	//	مالدہ شمال	//
۲۶	عبدالمنان حسین	//	مرشد آباد	//
۲۷	سعید الحسن	سی پی ایم	بردھمان درگاپور	//
۲۸	اسدالدین اویسی	مجلس اتحاد المسلمین	حیدرآباد	آندھرا پردیش
۲۹	محمد حمداللہ سعید اے پی	کانگریس	لکشدیپ	لکشدیپ

اس طرح اتر پردیش سے سات، بہار سے تین، کیرلہ سے تین، تملناڈو سے دو، آسام سے دو، جموں وکشمیر سے ۴، مغربی بنگال سے ۶، آندھرا پردیش سے ایک اور لکشدیپ سے ایک مسلمان لوک سبھا میں پہنچنے میں کامیاب رہے۔ جبکہ چھتیس گڑھ، ناگالینڈ، میزورم، سکم، گوا، پنجاب، مہاراشٹر، میگھالیہ، ہماچل، اروناچل، اڑیسہ، گجرات، دادر نگر حویلی، منی پور، راجستھان، ہریانہ، کرناٹک، مدھیہ پردیش، دہلی، چنڈی گڑھ، پانڈیچری اور تری پورہ سے کوئی مسلمان نمائندگی کے لئے لوک سبھا میں نہیں پہنچ سکا۔

ریاستی سطح پر پارٹیوں کی کارکردگی

ریاست	کل سیٹیں	کامیاب پارٹیاں
۱۔اروناچل	۲	کانگریس ۲
۲۔آسام	۱۴	کانگریس ۶، بی جے پی ۴، آل انڈیا یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ ۳، آسام گن پریشد۔۱
۳۔بہار	۴۰	جنتادل یو۔۲۱، بی جے پی ۱۱، آر جے ڈی ۴، کانگریس۔۲، دیگر ۲
۴۔گوا	۲	کانگریس۔۱ نیشنلسٹ کانگریس پارٹی۔۱
۵۔گجرات	۲۶	بی جے پی ۱۵، کانگریس۔۹
۶۔ہریانہ	۱۰	کانگریس ۹۔ایچ جے سی۔۱
۷۔ہماچل	۴	بی جے پی ۳، کانگریس۔۱
۸۔جموں وکشمیر	۶	کانگریس ۲، نیشنل کانفرنس ۳، آزاد۔۱
۹۔کرناٹک	۲۸	بی جے پی ۱۹، کانگریس ۶، جنتادل ایس۔۳
۱۰۔کیرلہ	۲۰	کانگریس ۱۳، سی پی آئی ایم ۵، انڈین یونین مسلم لیگ ۲
۱۱۔منی پور	۲	کانگریس۔۲
۱۲۔مدھیہ پردیش	۲۹	بی جے پی ۱۶، کانگریس ۱۲، بہوجن سماج پارٹی۔۱
۱۳۔مہاراشٹر	۴۸	کانگریس ۱۷، این سی پی ۸، شیوسینا ۱۱، بی جے پی ۹، دیگر ۳
۱۴۔میگھالیہ	۲	کانگریس ۱، نیشنلسٹ کانگریس پارٹی (این سی پی)۔۱
۱۵۔میزورم	۱	کانگریس۔۱
۱۶۔ناگالینڈ	۱	ناگالینڈ پیپلز فرنٹ۔۱
۱۷۔اروناچل	۲	کانگریس۔۲
۱۸۔اڑیسہ	۲۱	بیجو جنتادل ودیگر ۱۴۔کانگریس۔۷
۱۹۔پنجاب	۱۳	کانگریس ۹، شرومنی اکالی دل ۳، بی جے پی۔۱
۲۰۔راجستھان	۲۵	کانگریس ۱۹، بی جے پی۔۴
۲۱۔سکم	۱	سکم ڈیموکریٹک فرنٹ
۲۲۔تمل ناڈو	۲۲	ڈی ایم کے ۱۸، آل انڈیا انا ڈی ایم کے ۹، کانگریس ۷، بایاں بازو ۲، دیگر ۳
۲۳۔تری پورہ	۲	سی پی آئی ایم۔۲
۲۴۔یوپی	۸۰	سماجوادی پارٹی ۲۳۔کانگریس۔۲۱، بہوجن سماج پارٹی ۲۰، بی جے پی ۱۰، دیگر۔۶
۲۵۔مغربی بنگال	۴۲	کانگریس وترنمول کانگریس ۲۶، بایاں بازو محاذ ۱۵، بی جے پی۔۱
۲۶۔جھارکھنڈ	۱۴	بی جے پی ۸، جے ایم ایم ۲، کانگریس۔۱، جے وی ایم۔۱، آزاد۔۲
۲۷۔اترا کھنڈ	۵	کانگریس۔۵
۲۸۔انڈومان نکوبار	۱	بی جے پی۔۱
۲۹۔چنڈی گڑھ	۱	کانگریس۔۱
۳۰۔ڈمن ودیو	۱	بی جے پی۔۱
۳۱۔دہلی	۷	کانگریس۔۷
۳۲۔لکشدیپ	۱	کانگریس۔۱
۳۳۔پانڈیچری	۱	کانگریس۔۱
۳۴۔دادر ونگر حویلی	۱	بی جے پی۔۱
۳۵۔آندھرا پردیش	۴۲	کانگریس ۳۳، تیلگو دیشم ۶، تلنگانہ راشٹر سمیتی ۲ مجلس اتحاد المسلمین ۱

پارلیمانی انتخابات میں پارٹیوں کو موصولہ ووٹوں کا تناسب

پارٹیاں	الیکشن ۲۰۰۴ء	الیکشن ۲۰۰۹ء
کانگریس	26.53	28.99
بی جے پی	22.16	19/06
بہوجن سماج پارٹی	5.33	6.22
سی پی ایم	5.66	5.45
این سی پی	1.8	1.75
سی پی آئی	1.41	1.44
راشٹریہ جنتادل	2.41	1.24
دیگر	33.29	35.85

ایگزٹ پول پھر غلط ثابت ہوئے

پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء کے ایگزٹ پول

	بی جے پی اتحاد	کانگریس اتحاد	تیسرا محاذ	دیگر
این ڈی ٹی وی	230-250	190-205	40-50	60-70
اسٹار نیوز	263-275	174-186	—	86-98
آج تک	248	189	—	106
زی نیوز	249	176	—	118
سہارا سے	263-278	171-181	—	90-102

پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۹ء کے ایگزٹ پول

	بی جے پی اتحاد	کانگریس اتحاد	تیسرا محاذ	دیگر
این ڈی ٹی وی	177	216	105	45
اسٹار نیوز	196	199	100	36
آج تک	180	191	38	134
سی این این۔آئی بی این	180-195	210-225	95-110	40-55
ٹائمز ناؤ	183	198	112	50

پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۹ء کے نتائج

	158	261	68	56

گجرات: بی جے پی کے دو وزراء پر فرد جرم

احمد آباد۔ گودھرا معاملے کے بعد کے قتل عام معاملے میں پہلی مرتبہ پولیس ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سطح کے افسر کے خلاف فرد جرم داخل کی گئی ہے، جو سپریم کورٹ کی جانب سے مقرر ایس آئی ٹی نے دائر کیا ہے۔ اس آئی ٹی نے گلبرگ سوسائٹی معاملے میں پولیس ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جی اروڈا اور سات دیگر کے خلاف یہاں میٹروپولیٹن عدالت میں فرد جرام داخل کیا ہے۔ ان ملزمین میں بی جے پی کے دو مقامی لیڈر بھی شامل ہیں۔ ذمہ داری نبھانے میں لاپروائی اور ثبوتوں سے چھیڑ چھاڑ کے ملزم اروڈا پر دفعہ ۳۰۲، ۳۰۷، سمیت آئی پی سی کی دیگر دفعات کے تحت بھی ملزم بنایا گیا ہے۔ ان پر سات دیگر ملزمین کے ساتھ الزام لگایا گیا ہے جنہیں جنوری سے ایس آئی ٹی نے گرفتار کیا ہے۔ اس مہینے کے شروع میں ایس آئی ٹی نے نرودا گاؤں معاملے میں نریندر مودی حکومت کی سابق وزیر مایا کوڈنانی کے خلاف اضافی فرد جرم داخل کیا تھا۔ فرد جرم میں سرکل پولیس انسپکٹر وی ایس گوہل کو بھی شامل کیا گیا ہے جن پر اس وقت اپنی ذمے داری کو نظرانداز کرنے کا الزام ہے، جب وہ ۲۰۰۲ء میں نرودا تھانے میں تعینات تھے۔ گلبرگ سوسائٹی معاملے کے تفتیشی افسر جے ایم سوتار نے پی ٹی آئی سے کہا کہ معاملے میں کل ۸۰ ملزمین ہیں جن میں ۷۰ گرفتار کئے گئے ہیں۔

اسمبلی انتخابات کے نتائج

آندھرا پردیش	کل نشستیں: ۲۹۴
پارٹی	نشستیں
کانگریس	۱۵۸
تیلگو دیسم	۹۱
ٹی آر ایس	۱۰
سی پی آئی	۴
سی پی ایم	۱
بی جے پی	۲
پی آر پی	۱۸
دیگر	۱۱
اڑیسہ	کل نشستیں: ۱۴۷
بیجو جنتادل	۱۰۳
کانگریس	۲۳
بی جے پی	۸
دیگر	۵
سکم	کل نشستیں: ۳۲
ایس ڈی ایف	۳۲

آئیٹا کی مرکزی کونسل کے اہم فیصلے

دسمبر ۲۰۰۸ء کو حیدرآباد میں منعقدہ آئیٹا کی مرکزی کونسل نے تنظیم کا نام آل انڈیا اسلامک ٹیچرس ایسوسی ایشن سے بدل کر آل انڈیا آئیڈیل ٹیچرس ایسوسی ایشن رکھنے کی منظوری دے دی تھی۔ حالیہ دنوں میں تنظیم کی ریاستی کونسلوں کے ممبران نے ناگپور میں منعقدہ ورکشاپ میں مرکزی کونسل کے اس اہم فیصلے کی کثرت رائے سے توثیق کردی ہے۔ تنظیم کی طرف سے جاری ایک اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ اب تنظیم کی ساری سرگرمیاں نئے نام آئیڈیل ٹیچرس ایسوسی ایشن (آئیٹا) کے نام سے ہی انجام دی جائیں گی۔ اس اہم فیصلے کے علاوہ چند دیگر اہم فیصلے بھی مرکزی کونسل نے کئے ہیں جو درج ذیل ہے۔

(۱) تنظیم کا مرکزی دفتر دہلی میں ہوگا۔ وہاں کوئی ایک ذمہ دار مستقل طور پر رہے گا (۲) جناب احمد صدیقی (مہاراشٹر) بحیثیت آل انڈیا جنرل سکریٹری اپنے فرائض انجام دیں گے۔ (۳) سکریٹریز کی موجودہ تعداد میں دو کا مزید اضافہ کیا گیا۔ اس طرح اب کل چھ مرکزی سکریٹریز ہوں گے۔ (۴) ریاستیں اپنی آمدنی کا نصف مرکز کو فراہم کریں گی۔ (۵) تنظیم اپنا ایک ششماہی مجلہ نکالے گی۔

چودھویں لوک سبھا تحلیل

نئی دہلی۔ چودھویں لوک سبھا کا پردہ پیر کو گر گیا۔ مرکزی کابینہ کی سفارش پر فوری کارروائی کرتے ہوئے صدر جمہوریہ پرتبھا پاٹل نے لوک سبھا کو تحلیل کردیا۔ اس طرح پندرہویں لوک سبھا کی تشکیل کا راستہ ہموار ہوگیا ہے، جس کی تشکیل اس ماہ کے اواخر تک ہونے کا امکان ہے۔ الیکشن کمیشن نے ۵۴۳ منتخب نمائندوں کی فہرست باضابطہ طور پر صدر پرتبھا پاٹل کو پیش کی، جس کے ساتھ ہی پندرہویں لوک سبھا وجود میں آ گئی۔ چیف الیکشن کمشنر نے بتایا کہ صدر کو انتخابی عمل کی تکمیل پر نہایت اطمینان ہے۔ اس کے ساتھ ہی انتخابی ضابطہ اخلاق کا نفاذ ختم ہوگیا۔ آئندہ حکومت کی تشکیل کا راستہ تیار کرتے ہوئے وزیراعظم منموہن سنگھ نے اپنا استعفیٰ صدر جمہوریہ ہند پرتبھا پاٹل کو سونپ دیا۔

امین بیودوی کا انتقال

بیوہ (مہاراشٹر)۔ مشہور شاعر اور ادیب امین الرحمن انعامدار ڈاکٹر امین بیودوی ۵ رمئی کو دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کرگئے۔ عمر ۵۲ سال تھی۔ مرحوم پختہ شاعر اور مثالی ٹیچر تھے۔ انتقال سے ایک دن پہلے تک وہ اپنے تدریسی کام کے سلسلے میں سفر میں تھے۔ ودربھ کے شعراء اور تعلیمی برادری نے امین بیودوی کے انتقال پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔ مرحوم جماعت اسلامی مہاراشٹر کے شعبہ ملی امور کے انچارج محمد ابراہیم خاں صاحب کے بہنوئی تھے۔

دعائے مغفرت

● آکولہ۔ رکن جماعت محترمہ قمر جہاں صاحبہ بعد علالت انتقال فرماگئیں۔ مرحومہ تحریکی کاموں میں سرگرمی سے حصہ لیتی تھیں۔

حفظ الرحمٰن، آکوٹ

● دربھنگہ۔ میری والدہ محترمہ کلیم النساء کا گزشتہ جمعہ (۸رمئی ۲۰۰۹ء) کو اپنے وطن دربھنگہ (بہار) میں انتقال ہوگیا۔

مشتاق مہدی

مقیم کویت

مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

مرکز کا ہفتہ وار پروگرام

عوام نے منفی سوچ رکھنے والی پارٹیوں کو مسترد کردیا

نئی دہلی۔ ۱۶رمئی کی شام یہاں مرکز جماعت اسلامی ہند کے ہفتہ وار پروگرام میں نتائج الیکشن کا جائزہ پیش کرتے ہوئے مدیر سہ روزہ دعوت پرواز رحمانی صاحب نے کہا کہ حالیہ عام انتخابات کے نتائج کے سلسلے میں میڈیا کے تمام جائزے غلط ثابت ہوئے۔ اس طرح اس الیکشن میں کوئی خاص ایشو بھی نہیں تھا۔ حالانکہ اگر سیاسی پارٹیاں چاہتیں تو ایٹمی معاہدہ، عالمی کساد بازاری اور دہشت گردی کے مسائل اٹھاسکتی تھیں۔ مگر چونکہ ایٹمی ڈیل پر کانگریس اور بی جے پی متفق تھیں اور علاقائی پارٹیوں کو اس مسئلے سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی نیز کسی پارٹی کے پاس کوئی حل بھی نہیں تھا۔ اس لئے یہ موضوع حاشیے پر چلا گیا۔

اس عرصے میں دہشت گردی کے مسئلے پر کانگریس نے بی جے پی پر پلٹ کر وار کرکے اس سے یہ مسئلہ چھین لیا اور بمبئی حملوں میں کانگریس نے وہی کچھ کیا جو بی جے پی کرتی۔ انھوں نے کہا کہ صورتحال یہ تھی کہ ادھر بی جے پی نے وزیراعظم کے عہدے کے لئے لال کرشن آڈوانی کے نام کا اعلان کیا تو ادھر کانگریس نے منموہن سنگھ کے نام کا اعلان کردیا۔ بی جے پی کی داخلی چپقلش نے وزارت عظمیٰ کے منصب کے لئے مودی کا نام اچھالا مگر بعد میں اس نے ۲۰۱۴ء کے عام انتخابات کے لئے مؤخر کردیا۔ تیسرے فرنٹ نے وزیراعظم کے لئے مایاوتی کا نام پیش کردیا۔ اس الیکشن میں صورتحال اتنی غیر یقینی تھی کہ کوئی پیشین گوئی نہیں کی جاسکتی تھی، بالعموم معلق پارلیمنٹ کی باتیں کہی جارہی تھیں۔ کانگریس اور بی جے پی دونوں کی حالت خراب تھی مگر نتائج نے مطلع صاف کردیا۔ گزشتہ عام انتخابات میں کانگریس کی کل ۱۴۴ سیٹیں تھیں جبکہ ان انتخابات میں اسے ۲۰۶ سیٹیں ملیں اور اس کے اتحاد کو ۲۶۱ نشستیں۔ اس بار علاقائی پارٹیوں کا غرور ٹوٹ گیا۔ لالو اور پاسوان کی پارٹیاں شکست سے دوچار ہوئیں۔ انتخابی مہم میں بی جے پی نے کئی تجربات کئے، لیکن کوئی تجربہ کامیاب نہیں ہوا۔ ورون گاندھی کی گالیاں بھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکیں۔ اس انتخاب میں سب سے زیادہ خراب حالت بی جے پی کی ہوئی ہے جبکہ کانگریس کو نئی زندگی ملی ہے۔ مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ عوام نے منفی سوچ اور منفی طریقے رکھنے والوں کو مسترد کردیا۔ البتہ اس کا دوسرا پہلو بھی ہے۔ ملک میں امریکہ کے اثرات مزید بڑھ جائیں گے۔ امریکی پالیسیاں بلاخوف مزاحمت نافذ ہوں گی؛ اس لئے کہ مزاحمت کرنے والی کمیونسٹ پارٹیاں کمزور ہوگئی ہیں۔ کانگریس اور بی جے پی دونوں امریکہ نواز ہیں۔ دنیا کے کسی خطے میں بھی امریکی کارروائی کے خلاف ہندوستان آواز نہیں اٹھا سکتا۔ اس وقت امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف جو جنگ چھیڑ رکھی ہے ہمارا ملک اس میں باضابطہ شامل ہوجائے گا اور امریکہ کے نزدیک دہشت گردی کا مطلب کیا ہے، ہم سب جانتے ہیں۔ مسلم قیادت کو چوکس رہنا ہوگا۔ بہتر ہوگا کہ مسلم قیادت مرکز میں حکومت اور کانگریس کی لیڈر شپ سے رابطہ قائم کرکے اپنے احساسات واضح کردے۔

مرتبہ: عبدالحق فلاحی

جماعت کے وفد کی ملاقات

پاکستان میں غیر مسلم شہریوں پر مظالم کی خبروں کی تردید

نئی دہلی۔ پچھلے دنوں ذرائع ابلاغ کی ایک خبر نے حسب روایت اسلام اور مسلمانوں کی تصویر کو مسخ کرنے اور غلط فہمیوں کو پیدا کرنے کا کام کیا۔ خبر یہ تھی کہ پاکستان کے ایک علاقے سے اور افغانستان میں سکھ بھائی بڑی تعداد میں نقل مکانی کررہے ہیں اور ان پر جزیہ لگایا جارہا ہے اور مجبوری میں وہ دوسری آبادیوں کے ساتھ ان علاقوں سے نکل کر جارہے ہیں۔ اس خبر کی اشاعت نے غیر مسلموں اور سکھ بھائیوں کے اندر بے چینی اور غم وغصہ پیدا کردیا۔ چنانچہ حقیقت کو جاننے اور صحیح صورتحال سے واقف ہونے کے لئے جماعت اسلامی ہند کے ایک وفد نے مولانا محمد رفیق قاسمی کی سرکردگی میں پاکستان اور افغانستان کے سفارتخانوں کی طرف رجوع کیا۔ پاکستان کے ہائی کمشنر کی بیرون ملک مصروفیت کی بنا پر کونسلر جناب مختار حسین ترمذی اور جناب جانباز خاں نے وفد کو تفصیل سے بتایا کہ اس وقت ملک کے اس حصے میں خانہ جنگی کی سی کیفیت ہے۔ اس بنا پر کل پندرہ لاکھ آبادی نقل مکانی کرچکی ہے اس میں صرف ۱۵۰ سکھ بھائیوں کے خاندان ہیں اور ان خاندانوں کو حسن ابدال مقام پر گرودوارہ پنجہ صاحب میں حتی الامکان آرام سے رکھا گیا ہے۔ جبکہ باقی آبادی کیمپوں میں کسمپرسی کی حالت میں رہ رہی ہے۔ سکھ بھائیوں سے جزیہ وصولی کی خبر غلط ہے، وہ کاروبار کرتے ہیں اور خوشحال ہیں۔

وفد کو یہ بات بھی بتائی گئی ہے کہ اگر سکھ بھائیوں کا کوئی وفد دورہ کرکے ان بھائیوں سے ملاقات کرنا چاہتا ہے تو سفارتخانہ اس کا نظم بھی کردے گا۔

افغانستان کے سفیر جناب ڈاکٹر سید مخدوم رہین بڑی محبت اور شفقت سے پیش آئے، موصوف قبل ازیں ۵ سال افغانستان میں وزیر اطلاعات ونشریات رہے ہیں۔ سفیر موصوف نے فرمایا کہ افغانستان میں سکھ بھائی تعلیم، تجارت اور حکومت ان سب میدانوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان پر جزیہ کی خبر میں کوئی صداقت نہیں ہے، سکھ بھائیوں کے اطمینان کی خاطر وہ مقامی سکھ بھائیوں کی اپنے یہاں نشست رکھ کر گفتگو کا موقع فراہم کرنے کو تیار ہیں۔ دونوں سفارت خانوں کے ذمے داروں کے سامنے جماعت اسلامی ہند کا تعارف کرایا گیا۔ انگریزی ترجمہ قرآن اور انگریزی میں جماعتی لٹریچر تحفتاً دیا گیا جسے ذمے داروں نے بڑی خوشی اور مسرت سے قبول کیا۔ ان سفارت خانوں کے ذمے داروں نے جماعت اسلامی ہند کی اس کوشش کو مستحسن قرار دیا کہ ذرائع ابلاغ پر یقین کرنے کے بجائے انھوں نے راست ملاقات کرکے حقائق کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کی گئی۔ واضح رہے کہ برادران وطن اور سکھ بھائیوں کے ساتھ جماعت اسلامی کے وسیع تعلقات اور روابط ہیں۔ اس طرح کے مسائل میں یہ حضرات جماعت کی طرف رجوع فرماتے رہتے ہیں۔ مجموعی طور پر جماعت کے وفد کی یہ کوشش نتیجہ خیز ثابت ہوئی، وفد میں جناب محمد اقبال ملا سکریٹری شعبہ دعوت شامل تھے۔

(رپورٹ: جلیل اصغر)

لیاقت بلوچ جماعت اسلامی پاکستان کے سکریٹری جنرل مقرر

لاہور۔ امیر جماعت اسلامی پاکستان سید منور حسن نے جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کے مشورے سے آئندہ پانچ برس کے لئے لیاقت بلوچ کو جماعت اسلامی پاکستان کا سکریٹری جنرل مقرر کیا ہے جبکہ چودھری محمد اسلم سلیمی، پروفیسر خورشید احمد اور پروفیسر غفور احمد کو جماعت اسلامی پاکستان کے نائب امیر کے عہدوں پر برقرار رکھا گیا ہے۔ لیاقت بلوچ پروفیسر خورشید احمد، پروفیسر غفور احمد اور چودھری محمد اسلم سلیمی نے مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں اپنے عہدوں کا حلف اٹھا کر ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ ملک محمد اشرف، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، میاں مقصود احمد، خالد رحمٰن اور ڈاکٹر محمد کمال بدستور جماعت اسلامی پاکستان کے ڈپٹی سکریٹری جنرل کے عہدے پر فائز رہیں گے۔

طب وصحت

علم العین اور اطباء عرب (۲)

حکیم غزالی انور ہلال سلفی، دربھنگہ

یہ عظیم طبیب عربی النسل تھا اس کا قیام زیادہ تر بغداد میں رہا۔ طب کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس نے امراض چشم کو اپنا خاص موضوع بنایا۔ چنانچہ ماہر چشم ہونے کی وجہ سے اس کو ''کحال'' اوپتھالمولوجسٹ کا لقب ملا، اور یہ علی ابن عیسیٰ کحال کے نام سے مشہور ہوا۔ حالانکہ کچھ مورخین نے اس کا نام عیسیٰ ابن علی کحال بھی لکھا ہے۔ جن میں ابن ابی اُصیبعہ بھی شامل ہے۔ اہل مغرب اسے جیسو ہالے کہتے ہیں۔

افسوس کہ بغداد کے اس عرب طبیب کے حالات زندگی تفصیل سے کتابوں میں درج نہیں ہیں صرف اتنا معلوم ہوسکا ہے کہ اس نے الفرج عبداللہ بن لطیف متوفی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اور امراض چشم میں حد درجہ کمال حاصل کرلیا تھا چنانچہ اس نے قدیم یونانی اطباء کے بہت سے نظریات کی تردید کی اور پھران کے متعلق صحیح تصویر پیش کی۔ ابن ابی اُصیبعہ نے ''عیون الانباء فی طبقات الاطباء'' میں لکھا ہے کہ ''سرمہ سازی میں مشہور اور ممتاز تھا۔ امراض چشم میں اور معالجات چشم میں اس کا قول سند کا درجہ رکھتا ہے۔'' جراحت عین (آنکھ کی سرجری) میں ماہر تھا۔ نزول الماء کے آپریشن میں اس کو مہارت حاصل تھی۔ کہتے ہیں کہ عرب اطباء میں یہ پہلا شخص ہے جس نے تخدیر کا استعمال کیا تھا اسی نے مقناطیسی تنویم کا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ اس عظیم ماہر چشم کی وفات کے سلسلے میں بھی مورخین میں بڑا اختلاف ہے بعض نے لکھا ہے کہ اس نے ۴۳۰ھ مطابق ۱۰۳۹ء میں وفات پائی اس حلقہ میں حکیم سید محمد حسان نگرامی اور حکیم اشہر قدیر بھی شامل ہیں۔ جب کہ حکیم سید علی حیدر جعفری نے اس کا سنِ وفات ۱۰۱۰ء یا ۱۰۵۰ء لکھا ہے مگر دیگر تاریخی ذرائع اس جفا کش صاحب علم، طباع ماہر چشم اور باکمال مصنف کے بارے میں کچھ زیادہ تفصیلات فراہم نہیں کرتیں۔ اس کے باوجود اس کا نام آج تک زندہ ہے۔ اس کا کریڈٹ اس کی شہر آفاق تصنیف تذکرۃ الکحالین کو جاتا ہے۔ یورپ اس کتاب کو میمورنڈم فورآ کولیسٹس کے نام سے جانتا ہے۔ یہ امراض چشم پر علی ابن عیسیٰ کی مشہور ومعروف تصنیف ہے۔ اس کتاب کی شہرت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ عیون الانباء میں ابن اُصیبعہ لکھتا ہے کہ ''سرمہ سازی کے لئے اس کا یاد رکھنا ضروری ہے۔ اس فن میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں عام طور پر انہیں ترک کرکے ''تذکرۃ الکحالین'' سے استفادہ کیا جاتا ہے۔'' وہ آگے لکھتا ہے کہ ''تذکرۃ الکحالین علم العین پر ایک نادر کتاب ہے، ہر اس کحال کے لئے ضروری ہے جو آنکھ کے موضوع پر کام کرنا چاہتا ہو۔'' یہ وہ کتاب ہے جو کتاب العشر مقالات فی العین کے بعد سب سے زیادہ مقبول ہوئی اور برسہا برس یورپ میں شمع راہ بنی رہی۔

اس کتاب میں عیسیٰ نے ہر موضوع اور مسئلہ کو انتہائی غور وفکر کے بعد شامل کیا ہے۔ اس کے لئے اس نے تمام قدیم اطباء کی تصنیفات کا عمیق اور تنقیدی جائزہ لیا، پھرانہی اقوال ونظریات کو شامل کیا جو تجربہ میں درست ثابت ہوئیں اور سبھی غلط نظریات کی تردید کی۔ یہ ضخیم کتاب تین مقالات پر مشتمل ہے، پہلے مقالہ میں آنکھ کی تشریح کے تحت طبقہ شبکیہ ریٹینا، طبقہ مشیمیہ کورویئڈ، صلبیہ سلیرا، قرنیہ اور رطوبات عین آئی فلڈ وغیرہ سے بحث کی ہے۔ دوسرے مقالہ میں امراض عین کے تحت جرب الجفن ٹراکوما، التصاق الجفن سمبل فارون، شعیرہ اسٹائی وغیرہ سے بحث کی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ان امراض چشم کا تذکرہ بھی کرتا ہے جن کو حواس خمسہ ظاہرہ سے محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اس میں اس نے جرب الجفن کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ آخر میں لکھتا ہے کہ ''جرالجفن اگر پرانا ہوجائے تو لاعلاج ہوجاتا ہے۔ اگر جفن کو پلٹ کر دیکھا جائے تو سیاہی مائل سطح پر سرخ کھرنڈ نظر آتے ہیں۔ علاج میں کہتا ہے کہ وردہ اور قماردین (دونوں آلات کے نام ہیں) رگڑ دیں اگر اب بھی ضرورت باقی رہے تو شکر سے رگڑ دیں، پرانا جرب الجفن بغیر گھسے ہوئے ٹھیک نہیں ہوتا۔'' اس طرح کے دیگر موضوعات پر بھی اس نے اسی انداز میں عمیق گفتگو کی ہے۔

تیسرے مقالہ میں اعصاب عین آئی نروز، اعصاب بصرآپٹک نروز، کے امراض، شب کوری نائٹ بلائنڈنیس، روز کوری یا دینوندھی ڈی بلائنڈنیس، قریب ودور کے نظری نقصان ہائپر میٹروپی اینڈ میوپیا وغیرہ کے اسباب، علامات وعلاج آنکھوں کے حفظان صحت کے متعلق مختلف تدابیر اور امراض چشم میں مشتمل ادویہ مفردہ کا بیان درج ہے۔ ساتھ ہی اس حصے میں ان امراض چشم سے بھی بحث کی گئی ہے جن کو حواس خمسہ ظاہرہ کے بجائے حس باطن سے معلوم کیا جاتا ہے۔ اس مقالہ میں علی ابن عیسیٰ کا یہ قول کافی دلچسپ اور حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے کہ ''غور کرنا چاہئے کہ کسی دوسرے جسمانی مرض کی بنا پر بھی بصارت ناقص ہوسکتی ہے۔ چنانچہ یہ صورت معدہ اور دماغ کے امراض کی بناء پر ہوسکتی ہے۔'' بلاشبہ اطباء قدیم کا اس بات سے واقف ہونا کہ آنکھ کے امراض کا سبب جسم میں کہیں بھی ہوسکتا ہے بڑا ہی دلچسپ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اوپتھالمواسکوپ اور جدید پیتھولوجیکل ٹیسٹس کی غیر موجودگی نے ان کے کاموں میں کس حد تک مشکلات اور دقتیں پیدا کی ہوں گی۔ مگر یہ ان کی قیاسی مہارت کا ہی نتیجہ ہے کہ ۱۰۰۰ء میں علی ابن عیسیٰ کا یہ کہنا دنیا کے امراض چشم کے ساتھ ذیابیطس، امراض گردہ اور کھوپڑی کے سلعات کا بھی تعلق ہے، ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے جب کہ اس وقت آنکھ کے اندر کی کیفیت کے معائنہ کا کوئی مشینی ذریعہ نہیں تھا پھر بھی اس کو اس محققانہ انداز میں ثابت کیا، جو آج بھی مسلم اور درست ہے۔

الغرض تذکرۃ الکحالین علی ابن عیسیٰ کحال کی وہ تصنیف ہے جو یورپ میں پلکوں پر اٹھائی گئی ہے۔ اس کتاب کا لاطینی ترجمہ پہلی بار ۱۴۹۷ء میں دوسری بار ۱۴۹۹ء اور تیسری بار ۱۵۰۰ء میں شائع ہوا۔ تذکرۃ الکحالین کا ترجمہ بنام ٹریکٹس ڈی اوکولس متعدد بار ہوا۔ ایک ترجمہ بنام بک آف میمورنڈا فار آئی ڈاکٹرس بھی متعدد بار چھپ چکا ہے۔

یہ کتاب حیدرآباد دکن سے ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی۔ ہندوستان میں اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ (مخطوطہ) رضا لائبریری رام پور (یوپی) میں محفوظ ہے۔

ابن ہیثم

ابن ہیثم کا پورا نام ابوعلی محمد بن الحسن یا الحسین ابن ہیثم تھا۔ مغرب نے اس کے نام کو بدل کر حزن یا الحزن کردیا۔ یہ عظیم ماہر بصریات ۹۶۵ء میں بصرہ کے قریب پیدا ہوا اور اسی بنا پر بعض مورخین اس کے نام کے ساتھ بصری کا اضافہ کرتے ہیں۔ یہ شیخ الرئیس بوعلی سینا سے عمر میں پندرہ سال بڑا تھا۔ مورخین کا خیال ہے کہ شیخ کی شہرہ آفاق شخصیت نے اسے اپنے دور میں زیادہ مقبول ہونے کا موقع نہ دیا ہوگا۔

ابن ہیثم عظیم دانشور، بیحد ذہین اور مستند عالم اور عربی زبان کا زبردست ماہر تھا، اس کو علم ہندسہ، ریاضی اور طب پر بڑی دسترس حاصل تھی۔ علم ہندسہ میں اس کا کوئی ہمسر نہیں تھا۔ اسی وجہ سے وہ ہندس بصری کہلاتا تھا۔ علم ہندسہ میں اس درجہ کمال حاصل تھا کہ تاریخ میں بطلیموس ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ابن اُصیبعہ نے لکھا ہے کہ ''اس نے ارسطو اور جالینوس کی بکثرت طبی تصنیفات کی تلخیص اور شرح لکھی ہیں۔ وہ فن طب کے اصول وقوانین اور کلی امور سے واقف تھا، البتہ اس نے مطب نہیں کیا مگر اس کی تصنیفات میں افادیت کا ذکر ملتا ہے۔ اس کے عقائد کے سلسلے میں مورخین کے درمیان بڑا اختلاف ہے۔''

ابن اُصیبعہ نے شیخ علم الدین قیصر مہندس کے حوالے سے ''عیون الانباء'' میں لکھا ہے کہ ''ابن ہیثم کو شروع میں بصرہ کا اور اس کے مضافات کا وزیر بنایا گیا۔ مگر وہ یہ چاہتا تھا کہ علمی مشاغل سے دور رہنے والے مشاغل سے کنارہ کش ہوجائے حتی کہ اسی وجہ سے خود کو پاگل ظاہر کیا۔ یہاں تک کہ خدمت سے اس کو سبکدوش کردیا گیا۔ اس کے بعد اس نے بصرہ سے مصر کا سفر کیا اور قاہرہ کے جامع ازہر میں قیام کیا اور وہاں وہ تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگیا۔ یہیں اس کا آخری وقت تک قیام رہا۔''

صاحب جمال الدین قفطی نے یوسف فاسی اسرائیلی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابن ہیثم خوش نویس تھا اور ایک سال میں اپنی تمام مصروفیتوں کے باوجود اقلیدس اور مجسطی لکھ لیا کرتا تھا جسے وہ ڈیڑھ سو مصری دینار میں فروخت کرتا اور یہی اس کی سال بھر کی روزی کا ذریعہ ہوتی تھی۔ اس کا یہ معمول اس کی عمر کے آخری سال تک رہا۔

مصر میں ابن ہیثم کے قیام کا ایک اور دلچسپ واقعہ جمال الدین قفطی نے یہ بیان کیا ہے جس کو ابن اُصیبعہ نے نقل کیا ہے کہ ''اس کی شہرت مصر کے خلیفہ الحاکم تک پہنچی تو اس نے اسے مصر آنے کی دعوت دی خلیفہ کو اس سے ملنے کی خواہش اس وقت اور زیادہ ہوگئی جب اسے یہ معلوم ہوا کہ ابن ہیثم کا یہ دعویٰ ہے کہ اگر میں مصر میں رہا تو ایسی کارروائی کروں گا جس سے دریائے نیل چڑھا ہو یا گھٹا ہو ہر حال میں اس سے فائدہ ہوگا۔ وہ مصر پہنچا تو خلیفہ نے اس کا پرجوش استقبال کیا اور اس سے دریائے نیل سے متعلق وعدہ پورا کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ اس نے کاریگروں کی ایک جماعت کے ساتھ پورے دریائے نیل کا دورہ کیا اس کے دونوں کناروں کا جائزہ لیا اور اس اونچے مقام پر بھی گیا جو شہر سوان کے جنوب میں جنادل کے نام سے معروف ہے اور جہاں سے نیل کا پانی نیچے گرتا ہے۔ ساتھ ہی اس نے گزشتہ قوموں کے آثار قدیمہ دیکھے جو نہایت پختہ صنعت اور انجینئرنگ کے اعلیٰ نمونہ تھے۔ اس نے ان سارے منصوبوں کا بغور جائزہ لیا جو دریائے نیل کی فلاح وبہبود کے لئے کیا گیا تھا۔ مکمل معائنہ اور جائزہ کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ قدیم اہل ہندسہ نے جس قدر دریائے نیل کے متعلق اقدام کیا ہے اس میں مزید اصلاح کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نتیجہ سے اس کو بڑی مایوسی ہوئی اور وعدہ پورا نہ کرنے کی تصور سے شرمندہ ہوا۔ خلیفہ الحاکم سے معذرت کی تو خلیفہ نے اس کو حکومت کے ایک محکمہ کا ذمہ دار بنادیا جسے ابن ہیثم نے بادل نخواستہ ڈر کر قبول کرلیا۔ اس کو جلد ہی معلوم ہوگیا کہ اس نے حکومت کی ذمہ داری قبول کرکے اچھا نہیں کیا کیونکہ الحاکم بہت ہی زود رنج خلیفہ ہے۔ اس نے جلد چھٹکارا پانے کی تدبیر شروع کردی بالآخر اس نے خود کو پاگل ظاہر کرنا شروع کیا اور کچھ دنوں میں مشہور ہوگیا تو الحاکم نے اس کو قید کرکے گھر میں نظر بند کردیا وہ اسی حال میں رہا یہاں تک کہ الحاکم کی موت ہوگئی۔ تب جاکر اس نے خود کو صاحب عقل ظاہر کیا اور اپنے معمولات زندگی میں مصروف ہوگیا یہاں تک کہ آزاد ہوگیا۔'' اسی دوران قاہرہ کے جامع ازہر میں رہ کر اس نے علم ہندسہ کی وہ ساری کتابیں لکھیں جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

اس واقعہ کے سلسلے میں تاریخ طب واطباء قدیم کے مصنف سید علی حیدر جعفری نے عبدالسلام ندوی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ''یہ کہنا کہ ابن ہیثم دریائے نیل پر اس وجہ سے کام نہ کرسکا کہ جائزہ کے بعد اس نے جو آثار انتظامات گزشتہ قوموں کے دیکھے وہ اس سے پہلے ان سے ناواقف تھا، درست نہیں بلکہ اصل سبب یہ تھا کہ اس کام کے شروع کرنے کے لئے جس قدر مصارف اور تجربہ کار عملے اور آلات کی ضرورت تھی اس وقت مصر اس کو مہیا نہیں کراسکتا تھا اور کام شروع کرکے ادھورا چھوڑنا اس کی نظر میں مصر کو بجائے نفع کے نقصان پہنچانا تھا۔'' (واللہ اعلم)

ابن ہیثم کثیر التصانیف تھا۔ اس کے نام سے تقریباً دو سو کتابیں منسوب ہیں۔ ان میں سے کچھ اس کی اپنی مستقل ذاتی تصنیفات ہیں اور کچھ جالینوس اور ارسطو کی تصنیف کے خلاصے یا شرحیں ہیں اس نے جن موضوعات پر اپنے قلم چلائے ہیں ان میں الٰہیات، طبعیات اس کے تحت روشنی اور فلسفہ کے تحت فلسفہ نظر اور طب میڈیسن جیسے دقیق موضوعات شامل ہیں۔ ابن ابی اُصیبعہ نے ابن ہیثم کی کتابوں کی ایک طویل فہرست پیش کی ہے جن میں طب کے متعلق کچھ اہم کتابیں درج ذیل ہیں: کتاب فی المناظر، کتاب فی تقویم الصناعۃ الطبیہ، کتاب فی البحران، کتاب فی فرق الطب، کتاب فی الصناعۃ الصغیرہ، کتاب فی النبض الکبیر، کتاب فی راء بقراط وافلاطون، کتاب فی الاسطقسات علی رائی البقراط، کتاب فی منافع الاعضاء، کتاب فی الامراض العین، کتاب فی سوء المزاج المختلف، کتاب فی قوی الادویہ المفردہ وقوائی الادویہ المرکبہ، مقالہ جوہر البصر وکیفیۃ وقوع الابصار، مقالہ فی المناظر علی طریقۃ بطلیموس وغیرہ وغیرہ۔

ابن ہیثم نے اگر کوئی اور تصنیف نہ بھی کی ہوتی تو اس کی ایک ہی تصنیف یعنی کتاب المناظر اس کے لیے کافی تھی کہ اس کو ہزاروں سال تک زندہ جاوید رکھتی۔ یہ حقیقت ہے کہ دنیا آج ابن ہیثم کو اس کی وفات کے ۹۷۹ سال بعد بھی اس کی اسی تصنیف کی بدولت جانتی ہے۔

ابن ہیثم کی یہ مشہور ومعروف کتاب وہ پہلی تصنیف مانی جاتی ہے جس میں جدید فلسفہ نظر کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس کتاب کا لاطینی ترجمہ ۱۵۷۲ء میں ان آپٹک کے نام سے ہوا۔ مغربی دنیا بھی اس کتاب کو اسی نام سے جانتی ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلا حصہ تین مقالات پر مشتمل ہے جس میں اشراق اضوء اور رویت مبصرات سے بحث کی گئی ہے۔ جبکہ دوسرا حصہ چار مقالات پر مشتمل ہے۔ اس میں مختلف روایتوں کے ذریعے مبصرات کے ادراک اور اجسام مشفہ کا تذکرہ ہے۔ ان کے علاوہ ابن ہیثم نے روشنی کے متعلق سبھی پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے جس میں تصاویر کی شکل، تاروں کی جھلملاہٹ کی وجوہ، عدسہ (Lence) اس کی اقسام مع صفات مثلاً عدسہ محدب کے بارے میں بتایا کہ اس سے چیزیں بڑی نظر آتی ہیں۔ دھنک کی حقیقت، ہالہ کا وجود، انعکاس وانعطاف، عدسہ سے تصویر کا الٹا نظر آنا اور چھوٹی شکل کی چیز کا بڑا نظر آنا اور رنگوں کے بننے کے متعلق نکات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔

۱۳۲۰ء میں کمال الدین ایرانی نے ابن ہیثم کے نظریات کو ترقی دی۔ سورج کی شعاعوں کا، بارش کے قطرات کا مختلف طریقوں پر مشاہدہ کیا، ابتدائی اور ثانوی دھنک کی اصلیت معلوم کی۔ علاوہ ازیں اس عظیم ماہر بصریات نے سب سے پہلے آنکھوں کے متعلق اقلیدس اور بطلیموس کے اس نظریہ کا، کہ آنکھ سے دیکھنے کے لیے شعاعیں نکل کر کسی جسم پر پڑتی ہیں تو ہم اس کو دیکھ پاتے ہیں، ابطال کیا اور دنیا کو باور کرایا کہ نوری شعاعیں کسی جسم سے چل کر آنکھ تک پہنچتی ہیں تو ہمیں اس جسم کے متعلق خبر دیتی ہیں۔ یہ نظریہ اس کے زمانے میں بالکل انوکھا تھا مگر آج تک اس کا یہ قول صحیح ہے۔ اس کتاب میں ابن ہیثم نے بصریات کے متعلق کچھ سوالات کو بھی جمع کیا ہے مثلاً سورج وچاند افق پر بڑے کیوں نظر آتے ہیں۔ تارے کیوں جھلملاتے ہیں، انسان کو ایک کے بجائے دو آنکھیں کیوں دی گئی ہیں وغیرہ۔

اس کتاب کی شرحیں وقتاً فوقتاً لکھی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں حکیم سید علی حیدر جعفری اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ ان شرحوں میں کمال الدین کی تنقیح المناظر خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کو عنایت احمد تغری نے پانچ سال کی محنت کے بعد علی گڑھ میں مرتب کیا اور اس کے بعد جرمنی بھیجا گیا جہاں مشہور مستشرق پروفیسر ڈاکٹر کرنکو کے ایک دیباچہ کے ساتھ یہ کتاب ہندوستان واپس آئی اور دارالترجمہ حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی۔ بیشک طب کے تعلق سے ابن ہیثم کی کتاب ''کتاب المناظر'' ایک ایسا نادر تحفہ ہے کہ اس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ ابن خلدون نے مناظرہ کے بیان میں لکھا ہے کہ ''اس موضوع پر بہت سے لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں مگر ان میں ابن ہیثم بہت مشہور ہے۔'' ابن ہیثم نے بصری انعکاسات کے سلسلے میں جس طرح فلسفیانہ بحث کی ہے اطباء قدیم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مثلاً علامہ موصوف نے انکشاف کیا کہ نور کسی جسم زجاجی (Transparent Body) سے گزرتا ہے تو اپنا زاویہ قدرے بدل لیتا ہے۔ انہوں نے ہی انعکاس کے مختلف زاویوں کا تجربہ کیا تھا۔ آنکھوں کے سامنے ایک وسیع رقبہ ہوتا ہے لیکن سامنے کی چیزیں صاف دکھائی دیتی ہے اور دور کی چیز اوجھل کیوں؟ اس کا جواب علامہ ابن ہیثم نے یہ دیا کہ بصر اور مبصر درمیان جو شعاعی مخروط بناتی ہے۔ اس کے مرکزی خط یعنی محور پر مبصر کے جس حصہ کی تصویر چھپتی ہے وہ نہایت صاف اور واضح ہوتی ہے اور کوئی حصہ اس محور سے جس قدر دور ہوتا ہے وہ اتنا ہی غیر واضح ہوتا ہے۔ بصر کے اس محوری نقطہ کو جہاں بینائی تیز ہوتی ہے محل التحدیق فوویا سنٹرالس کہا جاتا ہے۔ دونوں آنکھوں سے ایک ہی چیز کیوں نظر آتی ہے؟ اس کا جواب ابن ہیثم نے یہ دیا کہ جب دونوں آنکھیں طبعی وضع پر ہوتی ہیں تو دونوں مخروطی شعاعیں ایک نقطے پر بنتی ہیں اور ایک ساتھ ایک نقطہ پر عصب مشترکہ پر چھپتی ہیں پھر احساس اخیر تک ایک ساتھ پہنچتی ہیں لیکن جب دونوں آنکھوں کے محور بدل جائیں، جیسا کہ مرض حول (اسکوئنٹ) میں ہوتا ہے تو اسی صورت میں دو مختلف تصاویر بنتی ہیں۔ کیا دیکھنے میں وقت صرف ہوتا ہے؟ اس سوال کا جواب علامہ نے یہ دیا ہے کہ یہ ہمارے حواس کا قصور ہے کہ چھوٹی چیزوں کا احساس ہم نہیں کرپاتے ہیں، ورنہ دیکھنے میں وقت ضرور صرف ہوتا ہے اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ بیرونی اشیاء کی تصویر کا قرنیہ پھر جلید پڑنا پھر جلید سے عصب باصرہ کی طرف منتقل ہونا اور عصب باصرہ کے ذریعہ عصب مشترکہ تک پہنچنا اور عصب مشترکہ سے احساس اخیر تک پہنچنا۔ یہ ایسے کام ہیں کہ آن واحد میں انجام نہیں پاسکتے علاوہ ازیں بینائی کے معنی یہ ہیں کہ نوری شعاعوں سے آنکھ کے اعصاب کا متاثر ہونا اور کچھ نہ کچھ تغیرات پیدا کرنا اور ظاہر ہے کہ ان تغیرات کے ہونے میں کچھ نہ کچھ وقت ضرور لگتا ہے۔ یہ سارے وہ انکشافات ہیں جن کو پہلے پہل ابن ہیثم نے بیان کیا تھا اور جو آج تک سچ اور صحیح تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اسی نے سب سے پہلے روشنی میں مختلف رنگوں کے ہونے کا راز کھولا اور قوس قزح پر روشنی ڈالی۔ ابن ہیثم نے محدب اور مقعر استوانہ اور مخروطی شیشوں کے ذریعہ آنکھوں کے دیکھنے کا صحیح نقطہ معلوم کرنے پر مختلف تجربات کئے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ عینک کا موجد اصل میں ابن ہیثم ہے تو غلط نہ ہوگا اور یہ کہنا عینک کی ایجاد اہل مغرب اور یورپ کی ہے بالکل غلط ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ''شرح اسباب'' جو علامہ برہان الدین نفیسی کی مشہور کتاب ہے جس میں امراض چشم کے باب میں لکھا ہے کہ ''جو شخص بینائی کی وجہ سے باریک حروف نہیں پڑھ سکتا وہ اپنی آنکھ پر ایک شیشہ لگا کر ان کو پڑھ لیتا ہے اور اس کی بینائی صاف ہوجاتی ہے۔'' شرح اسباب آج سے تقریباً چھ سو پچاس سال قبل لکھی گئی ہے چنانچہ یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ ایران میں اور مضافات ایران میں آج سے چھ سو پچاس سال قبل عینک کا عام رواج تھا۔ یہ ابن ہیثم کا علم المناظر میں کمال درجہ کا علم ہی تھا کی آج بھی اس کے نام سے الہیزن پرابلم المناظر آپٹکس میں مشہور ہے۔

ابن ہیثم وہ پہلا شخص ہے جس نے فوٹو کیمرہ کے اصول ایجاد کئے۔ اس نے اس طرح تجربہ کیا کہ اندھیرے کمرے میں ایک سوراخ کیا جائے جس سے روشنی کا اندر گزر ہو اس روشنی کا عکس دیوار پر پڑے گا تو بیرونی اشیاء کی تصویر اس دیوار پر الٹی نظر آئے گی۔ اسی مشاہدہ کا نتیجہ وہ فوٹو کیمرہ ہے جس سے آج عکس کشی کی جاتی ہے اور اسی نے آنکھ میں انعکاسی شعاع کی وجہ سے الٹی تصویر چھپنے کا نظریہ ایجاد کیا جو کہ اس جدید دور میں بھی درست ہے۔

اس عظیم ماہر بصریات نے ۷۴ سال کی عمر پاکر ۴۳۰ھ بمطابق ۱۰۳۹ء کے قریب عالم جاودانی کی راہ لی۔

یہ ہیں تین اہم اطباء عرب جنہوں نے امراض چشم آئی ڈیزیز اور علم المناظر اوپتھالمولوجی میں ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی اطباء ہیں جس کی شخصیتیں اور تصنیفات علم طب کے اس شعبہ میں بیحد مشہور ہیں وہ اپنا ایک اہم مقام رکھتی ہیں، ان میں سے کچھ کا ذکر اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے۔

(۱) ابوبکر محمد بن زکریا رازی سے کون واقف نہیں، امام رازی جسے اپنی غیر معمولی طبی خدمات کی وجہ سے ''بقراط الزماں''، جالینوس العرب'' اور امام طب'' جیسے القاب سے دنیا یاد کرتی ہے۔ ان کی مشہور تصنیف ''کتاب الحاوی فی الطب'' ایک لمبے عرصہ تک طبی دنیا میں مقبول عام رہی ہے، کہتے ہیں کہ طب کے ہر شعبے پر حاوی ہونے کی وجہ سے ہی اس کا نام ''الحاوی'' رکھا گیا۔ اس ضخیم کتاب کی کل ۲۳ جلدیں ہیں، جس میں مصنف نے ایک جلد (جلد دوم) خاص امراض العین کے لئے مخصوص رکھی۔ جس میں اس نے امراض چشم کے متعلق تمام اقوال متقدمین، حوالے، اقتباسات، مرض کے اسباب، اغراض وعلاج کو تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔ رازی وہ پہلا شخص ہے جس نے سب سے پہلے آنکھ کا وہ باریک عضلہ جو تپلی (حدقہ Pubil) کو پھیلاتا اور سکڑتا ہے۔ جس کو عضلہ ہدبیہ (سیلری باڈی) کہتے ہیں دریافت کیا۔ جو آج تک مسلم ہے ''عیون الانباء فی طبقات الاطباء'' میں ابن اُصیبعہ نے رازی کی تصنیفات میں ''الحاوی'' کے علاوہ آنکھ سے متعلق ''کتاب فی ہیئۃ العین''، کتاب فی فصل العین علیٰ سائر الحواس'' اور ''مقالہ فی علاج العین بالحدید'' وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ رازی کا معمول تھا کہ کسی بھی موضوع یا عنوان پر اپنے خیالات کے اظہار سے پہلے قدیم قابل قدر ماہرین فن کے اقوال نقل کرتا پھر تمام اقتباسات لکھنے کے بعد اختلافی مسائل میں کہتا ''یہ میری رائے ہے'' اور اپنے خیال کا اظہار کرتا اور دلیل کے ساتھ انہیں پیش کرتا۔ یہ تصنیفی طریقہ اس کی تصنیفات میں نظر کمال پیدا کرتا۔ چونکہ رازی کا زمانہ نسبتاً بعد کا ہے۔ لہٰذا رازی نے اپنے سابقین کے تجربات سے اچھی طرح استفادہ کیا ہے۔

چنانچہ ''الحاوی'' میں تمام امراض چشم کا پوری تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔ مگر ان قیمتی دستاویزوں کو یورپ نے ایک عرصہ تک اپنے عجائب گھروں میں چھپا کر رکھا۔ یہ اور بات ہے کہ شیخ کے یہاں غیر سائنٹفک طریقہ کی گنجائش ہے، پھر بھی اس کا چرچا ہر محفل میں عام ہے۔ رازی کے معالجاتی کارناموں میں سائنٹفک طریقے ہیں پھر بھی ان کے کارناموں کا تذکرہ عموماً نہیں کیا جاتا۔

(۲) قرطبہ کی مشہور شخصیت اور جراح ابوالقاسم زہراوی سے دنیائے طب میں کون ہے جو واقف نہیں۔ گیارہویں صدی عیسوی کا یہ نامور سرجن آج بھی یورپ کے اکثر سرجری اسکولوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اپنی مشہور تصنیف ''کتاب التصریف لمن عجز عن التالیف'' میں نزول الماء کے آپریشن کے بارے میں اچھی خاصی بحث کرتا ہے۔

(۳) علی ابن عباس کی مشہور کتاب ''کامل الصناعہ (الملکی)'' میں ایک جز امراض چشم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا ترجمہ جرمن زبان میں پروفیسر ہیرشبرج نے کیا ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں پر محیط ہے اور ہر جلد میں دس دس مقالے ہیں۔ ابن عباس نے اس میں آنکھ کے جراحی عمل پر بھی بحث کی ہے۔ چنانچہ ناخونہ کے آپریشن کا طریقہ بھی اس نے بیان کیا ہے۔

(۴) شیخ الرئیس بوعلی الحسین ابن عبداللہ ابن سینا کی مشہور ومعروف درسی کتاب ''القانون فی الطب'' کی جلد سوم میں امراض چشم کا بیان ہے۔ اس کا جزوی ترجمہ برلن یونیورسٹی کے تحقیقی مقالات میں درج ہے جو جرمن زبان میں ہے اس کا ایک ترجمہ امراض چشم سے متعلق بھی ہے۔ جو جے ہرسبرگ اور جے لپرٹ نے جرمن زبان میں ۱۹۰۲ء میں کیا۔

(۵) ذخیرہ خوارزم شاہی میں شرم الدین اسماعیل جرجانی نے ایک جز امراض چشم کے بیان میں درج کیا ہے اس میں وہ جالینوس کا قول نقل کرتا ہے کہ ''اگر ناخونہ ضعیف ہو تو بیخ سوسن کے لگانے سے دور ہوجاتا ہے۔ اگر ناخونا ابھی پورا نہ ہوا ہو تو شہد، بکری کے پتہ کے ساتھ لگانا نہایت مفید ہے۔ مگر مزمن ناخونہ کا علاج صرف دستکاری سے ہی ممکن ہے۔ علاوہ ازیں وہ لکھتا ہے کہ شلجم خام وپختہ نگاہ کے واسطے بہت مفید ہے اور مولی بھی نگاہ کو تیز کرتی ہے۔ کمنۃ المدہ ہائپوپیون کے علاج میں جرجانی ''ذخیرہ خوارزم شاہی'' میں لکھتا ہے کہ اگر دواؤں سے ٹھیک نہ ہو تو نزول الماء کی طرح شگاف لگا کر پیپ نکالیں۔ اس کا اُردو ترجمہ حکیم ہادی حسن خاں مرادآبادی نے کیا ہے جو ۱۸۷۸ء میں منشی نول کشور پریس لکھنو سے شائع ہوا۔

(۶) ابوالحسن علی بن سہل ربن الطبری کی تصنیف ''فردوس الحکمت'' میں بھی ایک جز امراض چشم سے تعلق رکھتا ہے۔

(۷) علامہ نجیب الدین سمرقندیؒ کی مشہور کتاب ''الاسباب والعلامات'' ہے جس کی شرح علامہ برہان الدین نفیس ابن عوض کرمانیؒ نے ''شرح اسباب'' کے نام سے کی ہے۔ اس کتاب میں بھی ایک باب امراض چشم کے بیان میں ہے اس میں تمام امراض عین کا ذکر اور ان کے علاج بالدواء اور علاج بالید کا تفصیل کے ساتھ بیان ملتا ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ علامہ حکیم کبیر الدین بہاریؒ نے ۱۹۱۶ء میں کیا تھا۔ یہ کتاب آج بھی سارے طبیہ کالجوں میں پڑھائی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا یہ چند مشہور اطباء مصنف اور کحال تھے جو اپنے اپنے دور میں آنکھ کے علاج ومعالجہ، فلسفہ نظر اور علم النور میں بڑے ممتاز رہے ہیں۔ ان کے علاوہ عرب اطباء کی ایک کثیر تعداد اور بھی ہے جنہوں نے آنکھ کے علاج ومعالجہ میں بڑی شہرت پائی ہے ان میں اکثر اپنے فن میں ماہر تھے۔

ان تفصیلات سے واضح ہوجاتا ہے کہ قدیم وقت ہی میں اطباء عرب کے ہاتھوں علم

باقی صفحہ ۸ پر

۱۳۲۰ء میں کمال الدین ایرانی نے ابن ہیثم کے نظریات کو ترقی دی۔ سورج کی شعاعوں کا، بارش کے قطرات کا مختلف طریقوں پر مشاہدہ کیا، ابتدائی اور ثانوی دھنک کی اصلیت معلوم کی۔ علاوہ ازیں اس عظیم ماہر بصریات نے سب سے پہلے آنکھوں کے متعلق اقلیدس اور بطلیموس کے اس نظریہ کا، کہ آنکھ سے دیکھنے کے لیے شعاعیں نکل کر کسی جسم پر پڑتی ہیں تو ہم اس کو دیکھ پاتے ہیں، ابطال کیا اور دنیا کو باور کرایا کہ نوری شعاعیں کسی جسم سے چل کر آنکھ تک پہنچتی ہیں تو ہمیں اس جسم کے متعلق خبر دیتی ہیں۔ یہ نظریہ اس کے زمانے میں بالکل انوکھا تھا مگر آج تک اس کا یہ قول صحیح ہے۔

ابن ہیثم وہ پہلا شخص ہے جس نے فوٹو کیمرہ کے اصول ایجاد کئے۔ اس نے اس طرح تجربہ کیا کہ اندھیرے کمرے میں ایک سوراخ کیا جائے جس سے روشنی کا اندر گزر ہو اس روشنی کا عکس دیوار پر پڑے گا تو بیرونی اشیاء کی تصویر اس دیوار پر الٹی نظر آئے گی۔ اسی مشاہدہ کا نتیجہ وہ فوٹو کیمرہ ہے جس سے آج عکس کشی کی جاتی ہے اور اسی نے آنکھ میں انعکاسی شعاع کی وجہ سے الٹی تصویر چھپنے کا نظریہ ایجاد کیا جو کہ اس جدید دور میں بھی درست ہے۔

POSTED ON 20 MAY 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.)- 41 / 2009 - 11 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8.

۲۲مئی ۲۰۰۹ء

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in, dawatnews@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
POSTAL REGISTRATION No.
DL (S) - 05 / 3128 / 2009-2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post)

احوال وکوائف

اقتدار میں یوپی اے کی واپسی سے خوشی کی لہر

شفیق الرحمن

ایک خبر یہ ہے کہ مرکز میں یوپی اے کی واپسی سے کاروباری دنیا میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے، خوشی کی بات صرف یہ نہیں ہے کہ یوپی اے کو مرکز میں حکومت بنانے کا ایک اور موقع مل گیا ہے بلکہ باعث مسرت امر یہ ہے کہ کانگریس کی پوزیشن مضبوط ہوئی ہے اور سب سے زیادہ خوشی اس سے حاصل ہوئی ہے کہ ڈاکٹر منموہن سنگھ کو ایک مرتبہ پھر ملک کی باگ ڈور سنبھالنے کا موقع مل رہا ہے، کہا جارہا ہے کہ اس نے امیدوں کے چراغوں کو ایک بار پھر روشن کردیا ہے۔ جو دیے ابھی تک ٹمٹما رہے تھے ان کی لو تیز ہوگئی ہے۔ انتخابی نتائج سے متعلق اندازوں نے سیاسی غیریقینی کو جو فضا پیدا کردی تھی وہ دھند چھٹ گئی ہے، نتائج کے حتمی اعلان سے پہلے پیدا ہونے والی اس سیاسی بے یقینی کی کیفیت نے بہتوں کی آرزوؤں پر اوس ڈال دی تھی اور وہ مرجھا سے گئے تھے لیکن نتائج کا حتمی اعلان سن کران کے چہرے کھل اٹھے ہیں۔ لہٰذا چھوٹے بڑے کاروباریوں اور دنیائے کاروبار کے انتظام کاروں کی طرف سے منموہن سنگھ کو مبارک سلامت کے پیغام پہنچنے لگے ہیں۔ ظاہر ہے مبارک باد کے ان پیغاموں میں بہت کچھ چھپا ہوا ہے۔ مبارکباد کے ان پیغاموں کے پیچھے چھپی ہوئی خواہشوں کو انہیں وصول کرنے والا بخوبی سمجھتا اور جانتا ہے۔ امید یہ ظاہر کی جارہی ہے کہ بازار میں مندی کا جو رجحان تھا وہ بہت جلد دُور ہوجائے گا۔ اس کے اشارے بھی ملنے لگے ہیں۔ سرمایہ کاروں کا خوف بڑی حد تک دور ہوگیا ہے اب وہ بلا کھٹکے اپنا سرمایہ بازار میں لاسکتے ہیں، گو ابھی عالمی مالیاتی صورت حال ابتری کے دور سے ہی گزر رہی ہے تاہم ہندوستان کے بازار پر اس کا ویسا اثر ابھی تک نہیں پڑا ہے جیسا کہ امریکہ اور دوسرے یورپی ملکوں کے بازاروں پر مرتب ہوا ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ کاروباری دنیا کی خوشی دوبالا ہوگئی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اب یوپی اے ''مجبوریوں'' کے دور سے نکل گیا ہے بلکہ کہنا چاہئے کہ اس کے چنگل سے آزاد ہوچکا ہے، یوپی اے کے اندر ایک خاص قسم کی جو ناہمواری پائی جاتی تھی اور اس کے اندر باہمی ٹکراؤ کا جو میکانکی عمل موجود تھا اب اس سے اس کو چھٹکارا مل گیا ہے۔ واضح رہے کہ پچھلی مرتبہ یوپی اے متضاد فکری رویوں کا ایک مجموعہ تھا، اس کا غالب عنصر یعنی کانگریس جس فکر کی حامل تھی بائیں بازو محاذ کی فکر اس سے بالکل مختلف تھی لیکن اس کو چونکہ توازن قائم رکھنے والے کی حیثیت حاصل تھی اس لئے کانگریس کو اپنی مرضی کے راستے پر بگٹٹ دوڑنے کی آزادی نہیں مل پارہی تھی، بایاں بازو محاذ ہمہ دم لگام کسنے کو تیار رہتا تھا۔ اس سے ٹکراؤ کی کیفیت پیدا ہوجاتی تھی، یہ کیفیت دونوں کی راہیں جدا ہونے تک قائم رہی۔ دونوں کا اختلاف چونکہ نظریاتی سطح کا تھا لہٰذا زندگی کے کسی ایک شعبہ تک محدود نہیں تھا، اس کا اظہار سماجی مسائل اور رویوں میں بھی ہوتا تھا، کاروباری دنیا پر بھی اور معاشی امور میں بھی ہوتا تھا، سرکاری پالیسی کے سلسلے میں بھی ہوتا تھا۔ کاروباری دنیا پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے تھے، کاروباری دنیا سے منسلک افراد اور گھرانوں کو اس میں اپنی آرزوؤں کا خون ہوتا ہوا نظر آرہا تھا، جو بسا اوقات اس ٹکراؤ کی بھینٹ چڑھ جاتی تھیں، ڈاکٹر منموہن سنگھ اور ان کے ہم خیال اس معاملہ میں دنیائے کاروبار کے ساتھ تھے وہ نج کاری کے عمل کو نہ صرف آگے لے جانا چاہتے تھے بلکہ ہر اس امکانی صورت کو یقینی صورت میں تبدیل کرنا چاہتے تھے جس سے بازار آزاد ہوسکے۔ یعنی ہر قسم کی قید وبند سے وہ اسے آزاد رکھنا چاہتے تھے، مگر اشتراکیت پسندوں نے ان کے ہاتھ باندھ رکھے تھے۔ تضادات کے اس اتحاد کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے کام تشنۂ تکمیل رہ گئے اور مشن ادھورا رہ گیا۔

اس الجھن اور ادھیڑ بن میں پانچ برس گزر گئے، عام انتخاب کا اعلان ہوگیا، ایک ماہ کے صبر آزما امتحان کے بعد نتائج کے سلسلے میں جو اندازے قائم کئے جارہے تھے، بہتوں کے دل اس سے ڈوبنے لگے تھے طرح طرح کے اندیشے اور وسوسے جنم لینے لگے تھے کہ اگر بایاں بازو محاذ پہلے سے زیادہ طاقتور ہوگیا تو کیا ہوگا، پھر تو یوپی اے پر دباؤ اور بھی بڑھ جائے گا۔ لیکن حتمی نتیجہ جب سامنے آیا تو جان میں جان آئی، ایک بوجھ تھا جو اُتر گیا، اس نے ایک جوت سی جگادی، بازار میں سست روی کا جو رجحان تھا اس میں بھی فرق آنے لگا، سرمایہ کے ڈوب جانے کا جو خوف لاحق تھا وہ دور ہوگیا، یہ اُمید پیدا ہوئی کہ اب ڈاکٹر منموہن سنگھ اس ناتمام ایجنڈے کو انجام تک پہنچانے کا بیڑہ اٹھائیں گے، پچھلی حکومت اپنی 'مجبوری' کے سبب جس کو پورا نہیں کرسکی تھی۔ ان سرکاری زمروں کو بھی اب نج کاری کے دائرے میں لایا جائے گا جن کو چھونا اب تک ممنوع تھا، ان میں بھی اب براہ راست سرمایہ کاری ہوگی۔ سرکاری زمرے کی ان کمپنیوں کو بھی بیرونی سرمایہ کاری کے لئے کھول دیا جائے گا جو منافع دے رہی تھیں تاکہ ان کا منافع بڑھ سکے، بیرونی سرمایہ کاری کی موجودہ حد اور سطح کو بلند کیا جائے گا۔ اصلاحات کے عمل کو اب بلا روک ٹوک آگے بڑھایا جائے گا، کیونکہ اب پہلے والی رکاوٹ باقی نہیں رہ گئی ہے۔ اب یوپی اے کے عناصر ترکیبی میں وہ فکری بعد میں بھی نہیں پایا جاتا جو گزشتہ پانچ برسوں کے دوران تھا' 'رخنہ انداز' رخصت ہوچکے ہیں، کانگریس کی پوزیشن بھی مستحکم ہوئی ہے، اب وہ دباؤ قبول کرنے کی بجائے دباؤ ڈال سکتی ہے۔ ●●

ماؤنوازوں کا مظاہرہ

کاٹھمنڈو- برخاست آرمی چیف کی بحالی کے لئے نیپال کے صدر رام برن یادو کے اقدام اور ملک کے معاملات میں مبینہ ''غیر ملکی مداخلت'' کے خلاف ہزاروں ماؤنواز کارکنوں نے سڑکوں پر مظاہرہ کیا۔

مظاہرین ریلی کے لئے ٹنڈیکھیل اوپن گراؤنڈ میں جمع ہوئے جس کے سبب راجدھانی کاٹھمنڈو کی تمام بڑی سڑکیں بند ہوگئیں۔ یہ ریلی آرمی چیف رکمنگد کٹوال کی برخاستگی سے پیدا شدہ تنازع پر وزیر اعظم کے استعفیٰ کے دو ہفتے بعد منعقد کی گئی۔ ریلی کے سبب زیادہ تر اسکول اور کالج بند تھے اور ماؤنواز رہنماؤں نے اپنے کیڈروں کو طلباء کارکنوں اور دیگر لوگوں کو ریلی میں لانے کے لئے باضابطہ احکامات جاری کردیے تھے۔

ماؤنواز اراکین پارلیمنٹ آرمی چیف کی دوبارہ بحالی کے ان کے اقدام پر صدر یادو سے وضاحت طلب کرتے ہوئے ایک ہفتہ سے پارلیمنٹ کی کارروائی نہیں چلنے دے رہے ہیں۔ ماؤنواز رہنما جواز پیش کررہے ہیں کہ وہ لوگ سول حکومت کی برتری قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ ریلی کے مقام کے نزدیک ماؤنوازوں کے ذریعے ایک پوسٹر چسپاں کیا گیا ہے جس میں درج ہے 'غیرملکی مداخلت کی مخالفت کی جائے، اور قوم پرستی کو مضبوط کیا جائے لیکن اس میں کسی خاص ملک کا نام نہیں لیا گیا ہے۔

بقیہ: علم العین اور اطباء عرب (۲)

طب کا یہ شعبہ (علم المناظر) اپنی ارتقائی منزل میں پہنچ چکا تھا اور مغربی مورخین کا یہ کہنا کہ ۱۸۶۸ء میں ہیبرڈن نے سب سے پہلے شب کوری (نائٹ بلائنڈنیس) کو بیان کیا۔ غلط ہے۔ شب کوری کا ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ اطباء قدیم کے یہاں ذکر ملتا ہے مثلاً ''عشر مقالات فی العین'' مصنف حنین ابن اسحاق، ''تذکرۃ الکحالین'' مصنف علی ابن عیسیٰ، ''الحاوی'' مصنف ذکریا رازی، ''القانون'' مصنف بوعلی سینا، ''کامل الصناعۃ'' مصنف علی ابن عباس، ''کتاب الماء ۃ الطب'' مصنف ابوسہل مسیحی کے یہاں شب کوری کا تفصیلی بیان موجود ہے اس طرح ۱۸۶۸ء میں ہیبرڈن کے ذریعہ شب کوری کی کھوج کے دعویٰ کے وقت اس کی دریافت کو تقریباً ۹۰۰ ہوچکے تھے۔

علم العین اور اطباء قدیم میں حکیم طیب نے لکھا ہے کہ ''سرکمسیزن آف کنجنکٹو'' ایک ایسا طریقۂ آپریشن ہے جسے فرماری نے ۱۸۶۲ء میں ایک نئے طریقہ علاج کی حیثیت سے پیش کیا تھا حالانکہ یہ وہ آپریشن تھا جسے عربوں نے صدیوں پہلے ایجاد کرلیا تھا۔ ''اوپر کے جفن کا استرخاء جسے ٹوسس کہتے ہیں اس کا عرب کحال آپریشن کیا کرتے تھے ساتھ ہی اطباء قدیم زرق الماء گلاؤکوما سے بھی واقف تھے۔ اس مرض کو آج کا معرکہ تصور کیا جاتا ہے۔ جب کہ تاریخی حوالوں سے واضح ہوتا ہے کہ زرالماء کا آپریشن قدیم ترین زمانہ سے ہوتا چلا آرہا ہے۔

یورپی مورخین کی یہ رائے بھی قطعاً صحیح نہیں ہے کہ عرب اطباء شبکیہ ریٹینا کی صحیح نوعیت سے واقف نہیں تھے۔ جب کہ دسویں صدی عیسوی میں ابن ہیثم نے اعلان کردیا تھا کہ شبکیہ دراصل بصارت کے حصول کا مقام ہے۔ کیونکہ اس پر پیدا شدہ نقوش اعصاب بصارت کے ذریعہ دماغ تک پہنچتے ہیں۔

یہ وہ وقت تھا جب یونانی علوم کا چراغ ٹمٹمارہا تھا، اسی وقت عربوں نے اس چراغ میں نئی روشنی ڈالی اور انہی کے ذریعہ جلائے گئے چراغ سے اصل میں یورپ اور مغرب کے قافلوں نے اپنا راستہ پایا ہے۔ اور انہی کے چراغ سے اپنے چراغ روشن کئے ہیں۔ ●●

بقیہ: وقت ایک امانت ہے!

ہر لمحہ کارآمد ہوتا ہے۔ جب اس پر کوئی مشکل پڑتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، جب خوش ہوتا ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

دوسروں کے وقت کی قدر

ایک ذمہ دار کی حیثیت سے ہمیں اس بات کا بھرپور اہتمام کرنا چاہئے کہ نہ تو ہمارے وقت کا کوئی حصہ ضائع ہو اور نہ ہماری ٹیم میں سے ہی کسی کا وقت ضائع ہو۔ جب ہم دوسروں کے وقت کی قدر وقیمت کا احساس کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے وقت میں برکت ڈال دے گا۔ اگر ہم دوسروں کے وقت کی قدر وقیمت کا احساس نہیں کریں گے اور ہماری وجہ سے دوسروں کا وقت ضائع ہوتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ ہمارے وقت کی قدر وقیمت بھی کم کردے گا۔

وقت میں برکت کی دُعا

وقت میں برکت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس طرح ہم اپنے مال، کاروبار، رزق اور اولاد میں برکت کی دعا کرتے ہیں اسی طرح اپنی وقت میں برکت کے لئے بھی دعا کریں۔ اگر ہمیں وقت میں برکت حاصل ہوگئی تو زندگی بڑی آسان ہوجائے گی۔ جن لوگوں کو اللہ کی یہ نعمت حاصل ہوتی ہے ان کے پاس وقت کی کمی کا شکوہ نہیں ہوتا بلکہ ان پر یہ احساس غالب رہتا ہے کہ میرے پاس وقت ہے اور جو کام بھی میرے سپرد ہوگا اُسے کرنے میں کامیاب ہوجاؤں گا۔ وقت میں یہ برکت اللہ تعالیٰ کا خاص انعام اور اس کی رحمت ہے جو ان لوگوں پر نازل ہوتی ہے جو اس سے برکت طلب کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ دُعا فرماتے تھے: ''یا اللہ! زندگی کے اوقات میں برکت دے اور انہیں صحیح مصرف پر لگانے کی توفیق عطا فرما۔''

وقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک غیر معمولی امانت ہے۔ اس کے ایک ایک لمحے کی قدر وقیمت کے احساس کے ساتھ اللہ کی بندگی کے لئے، جہنم سے بچنے اور جنت کے حصول کے لئے اس کا استعمال ہونا چاہئے۔ کامیاب وہی ہے جو اس احساس کے ساتھ زندگی گزارے کہ اسے زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب اللہ تعالیٰ کو دینا ہوگا، یقیناً وہ اپنے وقت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ ترجیحات کے مطابق گزارنے کا اہتمام کرے گا۔ ●●

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ''دعوت'' ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن

سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی، عمیر کوثی ندوی، اشرف علی بستوی

سانپ، اور دیگر سبھی زہریلے، جانوروں کے کاٹے ہوئے اور پرانے مشکل مریضوں کا ہومیو پیتھک علاج

سفید داغ کا 100% علاج

ڈاکٹر سہیل اعظمی

پھول پور، اعظم گڑھ (یوپی) Mob. 09839569496

نوٹ: فالج، لیکوریا اور ہائی بلڈ پریشر کا علاج

دماغین برین ٹانک

(۱) دماغین ہر عمر کے ذہنی وجسمانی طور سے مصروف لوگوں کے لئے مددگار ہے
(۲) دماغین میں دوائی وغذائی اجزاء سے بھرپور مشہور پھل آملہ جزء اعظم کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جس میں وٹامن 'سی' سب سے زیادہ اور ساتھ میں کیلشیم اور فولاد بھی پایا جاتا ہے۔
(۳) دماغین یکسوئی کو بڑھاتا ہے۔ اور تھکان کم کرتا ہے۔
(۴) دماغین ذہنی کمزوری کو دور کرتا ہے اور ہاضمہ کی اصلاح کرتا ہے۔
(۵) دماغین خوش ذائقہ تازگی وتوانائی سے بھرپور ایک یونانی دوا ہے۔

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

پوتر قرآن سنگم ہندی انواد، نئے انداز میں

(۱) سائز 20X30/8 صفحات 864 مجلد عمدہ کاغذ، معیاری طباعت

''پوتر قرآن'' (سنگم ہندی انواد مع عربی متن) ترجمہ مولانا محمد فاروق خاں و ڈاکٹر محمد احمد

اس ایڈیشن کو نظر ثانی واصلاحات کے بعد نئی کمپوزنگ، صاف اور واضح عربی متن اور اسی صفحے پر ہندی ترجمہ آیات نمبر کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

(۲) سائز 23X36/16 صفحات 752 مجلد عمدہ کاغذ، معیاری طباعت

''ہولی قرآن'' (انگریزی ترجمہ مع عربی متن) Holy Quran (with Arabic Text)

مترجم: عبداللہ یوسف علی Abdullah Yusuf Ali

انگریزی ترجمہ قرآن مع عربی متن سورتوں کے تعارف کے ساتھ نہایت عمدہ کاغذ خوبصورت جلد۔

اسلامی لٹریچر، دینی، اصلاحی، دعوتی وتاریخی کتب کے علاوہ قرآن مجید کے تراجم کے لیے رابطہ قائم کریں۔ ہماری فہرست کتب مفت طلب کریں۔

مدھر سندیش سنگم

E-20، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی 110025
فون نمبر 011-26953327,09212567559
ای میل: madhursandeshsangam@yahoo.co.in

روزانہ سپر جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ
پاور دھوپ کے فینسی چشموں کا ایک اہم مرکز

प्रतिदिन जापानी कम्प्यूटर द्वारा आंखों की जांच

चश्मा घर

महाजनी टोला (डाक खाना रोड) सरायमीर, आज़मगढ़

چشمہ گھر

مہاجنی ٹولہ، ڈاکخانہ روڈ، سرائے میر، اعظم گڑھ (یوپی) فون نمبر 05462-256082

مئو کا بنا تیز اثر دار افضلس نورانی تیل

لیبل وکیپ پر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں

بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ ورم، سردی کے امراض نیز بچوں کی بہت سی بیماریوں مثلاً حلقہ، خناق، کھانسی، نزلہ، وزکام وغیرہ میں مجرب ومفید ہے

INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan-Mau-275101 (U.P.)

قادری دواخانہ کی کامیاب ترین یونانی دوائیں

DIAL
033-2469-3173
033-2489-3539

گٹھیا کے درد میں؟

کسی بھی قسم کے درد چوٹ موچ۔ گٹھیا۔ جلنے کٹنے اور بچھوں کی مالش میں بہت ہی مفید ہے۔

زعفرانی تیل®

گیسٹک کے درد میں

قبض ٹروجن

بدہضمی، بھوک کی کمی، دردجگر، قبض، سینے کی جلن اور پیٹ کے جملہ امراض میں بہت ہی مفید ہے

Qadri Dawakhana
B-18, NAWAB WAJID ALI SHAH ROAD, KOLKATA - 24,
DISTRIBUTORS:
DARYA BADI DAWAKHANA 393, E. R. Road, Pydhonie, Mumbai - 400 003 Ph: 022-2341-1857,
RELAX ENTERPRISES 3416, Bahishti Wada, No.1, Dhule, - 424 001 Ph: 02562-236952

ضرورت رشتہ

دو سگی بہنوں کے لئے جن میں ایک کی عمر ۲۸ سال قد پانچ فٹ چار انچ، تعلیم گریجویٹ گرلز آئی ٹی آئی میں بطور انسٹرکٹر Instructor خدمت انجام دے رہی ہے رنگ قدرے سانولا ہے۔ دوسری کی عمر ۲۴ سال تعلیم بی کام بی اے رنگ صاف دونوں امور خانہ داری میں ماہر اور صوم وصلوٰۃ کی پابند ہیں برسرروزگار لڑکوں سے رشتے مطلوب ہیں۔ دہلی اور این سی آر کے رشتوں کو ترجیح دی جائے گی۔

Box No. 2259
C/o Sehroza Dawat
Dawat Nagar, D-314,
Abul Fazl Enclave,
Delhi-25 Jamia Nagar, New

ضرورت رشتہ

دین پسند خان فیملی کی مطلقہ لڑکی عمر ۲۹ سال، قد پانچ فٹ، تین انچ رنگ گندمی B.Sc., M.L.ib. MA (Urdu) بھوپال کے ایک کالج میں لائبریرین، آٹھ ماہ میں مطالبات کی بناء پر طلاق ہوئی۔ لڑکا اسلامی ذہن کا مالک اور باروزگار ہونا چاہئے۔ بھوپال، دہلی کے قریب کا رشتہ قابل ترجیح۔ رابطہ کے لئے

بھوپال : 9893498969
دہلی : 9868551473

خصوصی اپیل

برادرانِ ملت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جامعۃ الفلاح ملک وملت کی عظیم خدمات انجام دینے میں مصروف ہے قرآن وسنت کی محققانہ تعلیم، دعوتی واصلاحی مزاج، وسعت فکر ونظر اور شرعی وعصری علوم کا بہترین امتزاج اس ادارے کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ طلبہ کے علاوہ طالبات کی اعلیٰ تعلیم کا نظم بھی ادارے نے بخوبی کیا ہے جہاں مختلف ریاستوں کی طالبات درجات فضیلت تک تعلیم حاصل کررہی ہیں۔ جامعہ کا سالانہ بجٹ تقریباً ڈیڑھ کروڑ کا ہے جو صرف اہل خیر حضرات کے گرانقدر تعاون سے پورا ہوتا ہے۔

اس وقت جامعہ مالی مشکلات کے دور سے گزر رہا ہے تعطیل گرما کے موقع پر اساتذہ کرام کے وفود مختلف شہروں میں روانہ کئے جارہے ہیں تاکہ محسنین جامعہ سے خصوصی ملاقاتیں کرکے ان کا تعاون حاصل کرسکیں۔

امید ہے اہل خیر حضرات کے مخلصانہ وفراخدلانہ تعاون کے ذریعہ صورتحال پر قابو پالیا جائے گا اور جامعہ اپنے اعلیٰ مقاصد کے حصول کی شاہراہ پر اطمینان وسکون کے ساتھ گامزن رہے گا۔

واللہ لایضیع اجر المحسنین "اللہ تعالیٰ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ والسلام

محمد طاہر مدنی، ناظم جامعۃ الفلاح

Bank Account
"JAMIATUL FALAH" A/c No. 20001, U.B.I.
Bilariaganj, Azamgarh (U.P.) 276121
Ph.: 05466 - 225140, Mob.: 09450737539

دو کتابیں

● **وہ ہم میں سے نہیں** تالیف: مولانا سید عبدالقادر ٹونکیؒ

ترجمہ وحواشی: محمد فاروق خاں ایم۔اے

رسول کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ان احادیث کا آسان، عام فہم اور سلیس اردو ترجمہ، جن میں لَیْسَ مِنَّا (وہ ہم میں سے نہیں) کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ان احادیث کے تحت بتایا گیا ہے کہ وہ کون کون سے لوگ ہیں، جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے زاری وبے تعلقی کا اظہار فرمایا ہے۔

واضح رہے کہ یہ کتاب پہلے ''احادیث لَیْسَ مِنَّا'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے

سائز: ۲۳x۳۶/۱۶ ☆ صفحات: ۷۲ ☆ قیمت:- Rs.30/-

● **وقت کا صحیح استعمال** تالیف: الاستاذ مصطفیٰ محمد طحان

ترجمہ: عبدالحمید اطہر ندوی

الاستاذ مصطفیٰ محمد طحان کی عربی کتاب ''ادارۃ الوقت'' کا سہل اور آسان اردو ترجمہ۔ ایک مشفق اور دردمند مربّی کی حیثیت سے وقت کی قدر وقیمت اور موثر منصوبہ بندی پر ایک قیمتی گفتگو۔

سائز: ۲۳x۳۶/۱۶ ☆ صفحات: ۸۸ ☆ قیمت:- Rs.34/-

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

P.O. Box No. 9752, Jamia Nagar New Delhi-110025
Ph: 26954341, 26971652, 26946447(D) Fax:26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com. Website: www. mmipublishers.net